ہفت روزہ
نِدائے خلافت
لاہور
یکم تا 7 اگست 2002ء

☆ پاکستان میں اسلام کا مستقبل! (اداریہ)
☆ انقلابی عمل میں جماعت کی اہمیت (منبر و محراب)
☆ پاکستان کے استحکام اور بقا کا راز (تجزیہ)

فتح و کامیابی کی بنیاد جوہری آلات نہیں' نظریات و تصورات ہیں

اقوامِ عالم ایک باہمی جنگ میں مصروف ہیں جو کبھی پر امن ہوتی ہے اور کبھی تشدد آمیز' لیکن ہمیشہ ہمیشہ جاری رہتی ہے۔ اس جنگ میں نظریات اور تصورات کی قوت ہی فیصلہ کن ثابت ہوگی۔ جو قوم اس جنگ میں فتح یاب ہو کر بالآخر دنیا کے کناروں تک پھیل جائے گی اور پھر ہمیشہ وہاں موجود رہے گی وہ قوم وہ نہیں ہوگی جس کے پاس جوہری آلات زیادہ ہوں گے بلکہ وہ ہوگی جس کے نظریۂ حیات کے تصورات سب سے زیادہ معقول اور مدلل اور دلکش اور دل نشیں ہوں گے۔ جو قوم نظریاتی محاذ پر اپنی حفاظت نہیں کرتی وہ محض فوجی محاذ پر طاقتور بن کر اپنے آپ کو بچا نہیں سکتی اور جو قوم نظریاتی محاذ پر طاقتور بن جائے اسے کسی فوجی محاذ کی ضرورت نہیں رہتی۔ اپنی زندگی کے اس نازک دور میں جب ہم دوسری قوموں کے نظریات کی طرف سے اپنی بقا کے لئے ایک خطرناک چیلنج کا سامنا کر رہے ہیں' ہم ایک نظریاتی قوم کی حیثیت سے صرف اسی صورت میں زندہ رہ سکتے ہیں جب ہم اسلام کی ایک نہایت ہی معقول اور مدلل سائنسی توجیہہ پیش کریں۔ ہماری خوش قسمتی ہے کہ تمام معقول اور دلکش سائنسی تصورات کا سرچشمہ توحید کا عقیدہ ہے جو اپنی صحیح اور پاکیزہ صورت میں فقط مسلمان قوم ہی کے پاس ہے۔ یہی وہ عقیدہ ہے جو اسلام کی روح ہے اور انسان اور کائنات کے صحیح اور سائنسی نظریات کی صورت اختیار کر سکتا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم تحقیق و تجسس کی تمام قوتوں کو بروئے کار لا کر اسلامی تعلیمات کو ایک ایسے سائنسی نظریہ کائنات کی شکل دیں جس سے انکار کی گنجائش موجود نہ رہے۔ ہمارے اسلامی تحقیق کے تمام اداروں کو اس اہم کام کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ اسلامی تحقیق ہمارے لئے کوئی غیر ضروری تفریحی مشغلہ نہیں جسے ہم اپنی فرصت یا سہولت کے مطابق اختیار کریں' بلکہ ہماری زندگی اور موت کا سوال ہے۔ اگر ہم اس کی طرف بروقت اور پوری تن دہی کے ساتھ متوجہ نہ ہوئے تو ہمیں یقینی موت کا منتظر رہنا چاہئے اور پھر ہمارے بعد خدا کوئی اور قوم پیدا کرے گا جو اسلام کا یہ کام کرے گی۔

(ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم کی کتاب ''اسلامی تحقیق کا مفہوم' مدعا اور طریق کار'' سے ایک اقتباس)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝﴾ (آیت ۱۴۳)

''اسی طرح ہم نے تم کو اُمت وسط بنایا تا کہ تم بن جاؤ گواہ لوگوں پر (یا لوگوں کے خلاف) اور رسول بنیں تم پر گواہ (یا تمہارے خلاف)۔ اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تم تھے مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کہ کون رسول کا پیرو کار رہے گا اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں۔ اور بے شک یہ بات بھاری ہوئی مگر ان پر نہیں جن کو اللہ نے ہدایت دی۔ اور اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ ضائع کر دے تمہارا ایمان۔ بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفیق اور نہایت مہربان ہے۔''

اس آیت کا پہلا لفظ وَكَذٰلِكَ ہے جس کا تعلق اس سے پہلی آیت کے آخری حصے سے ہے۔ یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستے کی ہدایت دیتا ہے۔ یہ اللہ کا اختیار مطلق ہے۔ اسی طرح اللہ کا یہ بھی اختیار کامل ہے کہ جس سمت کو چاہے قبلہ معین کر دے۔ اسی طرح یہ بھی اللہ ہی کا اختیار تھا کہ اس نے رسالت کا سلسلہ اس سے پہلے ایک طویل عرصہ تک بنی اسرائیل میں جاری رکھا اور اب اگر یہ سلسلہ نبوت بنی اسماعیل میں منتقل ہو گیا ہے اور حضور ﷺ کو یہ شرف عطا ہو گیا ہے تو یہ بھی اسی کا اختیار ہے۔ چنانچہ آج اے مسلمانو حضرت محمد ﷺ کی رسالت کی بنیاد پر تمہیں ایک نئی امت بنایا جا رہا ہے۔ اس موقع پر تحویل قبلہ کا حکم اس بات کی علامت ہے کہ اب گویا تمہاری تاج پوشی ہو رہی ہے جو یقیناً ایک بہت بڑی فضیلت ہے' لیکن یہ محض فضیلت ہی نہیں بلکہ بہت بڑی ذمہ داری بھی ہے۔ مشہور محاورہ ہے: "Priviledges and responsibilities go hand in hand" اگر کسی کا مقام و مرتبہ زیادہ ہے تو ذمہ داریاں بھی زیادہ اٹھانا ہوں گی۔ سمجھ لو کہ تمہاری اس فضیلت سے ذمہ داری کا بہت بڑا بوجھ بھی تمہارے کندھوں پر آ گیا ہے۔ یہ ہمارا اختیار مطلق ہے کہ جس کو چاہتے ہیں ہدایت سے سرفراز فرماتے ہیں اور اسی اختیار مطلق کا مظہر ہے کہ اے مسلمانو ہم نے تم کو چن لیا ہے۔

اس سے پہلی آیت میں جو لفظ سُفَهَا کا آیا ہے اس کے بارہ میں ایک رائے یہ ہے کہ یہ یہود کے لئے آیا ہے۔ دوسری رائے یہ ہے کہ اس سے منافقین مراد ہیں مگر جمہور علماء کی رائے میں یہاں یہود اور منافقین دونوں مراد ہیں۔ کیونکہ تحویل قبلہ کے ایشو پر یہ دونوں مل کر ایک وحدت ہو گئے تھے۔ یہودیوں نے طوفان اٹھایا کہ یہ کیا معاملہ ہوا کہ پہلے قبلہ اُدھر تھا اب قبلہ بدل گیا۔ مسلمانوں میں سے جو منافقین تھے انہوں نے ان کی ہاں میں ہاں ملا دی۔ گویا سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ میں وہ دونوں شریک تھے۔

قبلہ کسے کہتے ہیں۔ امام رازیؒ کا قول ہے کہ نماز میں جس چیز کی طرف بھی رخ کیا جائے گا وہ قبلہ ہے۔ سُفَهَا کا اعتراض تھا کہ پہلا قبلہ کیوں بدلا گیا۔ تو جان لیجئے کہ آج بھی لوگ بیت المقدس کو پہلا قبلہ کہہ دیتے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اصل قبلہ شروع سے ہی خانہ کعبہ رہا ہے جو بیت المقدس سے صدہا برس پہلے تعمیر کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا فراہیؒ نے بھی ثابت کیا ہے کہ خود یہود کا قبلہ بھی خانہ کعبہ تھا۔ ان کی قربان گاہ کا خیمہ کھڑا ہوتا تھا تو اس کا رخ خانہ کعبہ ہی کی طرف کرتے تھے۔ (جاری ہے)

☆ ☆ ☆

حالت گناہ میں آنے والی موت کا حکم

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا يَزْنِى الزَّانِىْ حِيْنَ يَزْنِىْ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الشَّارِبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَنْتَهِبُ نُهْبَةً يَرْفَعُ النَّاسُ اِلَيْهِ فِيْهَا اَبْصَارَهُمْ حِيْنَ يَنْتَهِبُهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَغُلُّ اَحَدُكُمْ حِيْنَ يَغُلُّ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاِيَّاكُمْ اِيَّاكُمْ (بخاری و مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں زنا کرتا کوئی زنا کار جس وقت وہ زنا کرتا ہے اور وہ اس وقت مومن ہو اور نہیں چوری کرتا کوئی چور جبکہ وہ چوری کرتا ہو اور وہ اس وقت مومن ہو اور نہیں شراب پیتا کوئی شرابی ایمان کی حالت میں اور نہیں ڈاکہ ڈالتا کوئی ڈاکو کہ لوگ آنکھیں اٹھا اٹھا کر اس کی لوٹ کی طرف دیکھ رہے ہوں جبکہ وہ لوٹ رہا ہو اور وہ اس وقت مومن ہو اور نہیں خیانت کرتا کوئی خائن جبکہ وہ خیانت کرتا ہو اور وہ اس وقت مومن ہو پس (اے ایمان والو! ان منافیٔ ایمان کاموں سے) اپنے کو بچاؤ۔ بچاؤ۔''

یہ سب گناہ ایمان کے منافی ہیں اور ایمان کے ہوتے ہوئے آدمی اللہ کی ایسی نافرمانیاں اور اس کی حدود سے تجاوز کیسے کر سکتا ہے۔ یہ تو اس وقت ہوتا ہے جب ایمان دل سے نکل چکا ہو۔ وہ اگرچہ زبان سے اسلام کا اقرار ہی کرتا ہو لیکن نور ایمان سے اس کا سینہ خالی ہو جاتا ہے۔ دنیا میں اگرچہ وہ مسلم اور مومن ہی مانا جاتا ہے لیکن حقیقت کے لحاظ سے وہ ایمان سے محروم ہے۔ آخرت میں اس کا انجام کافروں والا ہو گا اور اگر اسی حالت میں مر گیا تو سیدھا جہنم سدھارے گا' سوائے اس کے کہ توبہ کر کے اپنے گناہوں کی معافی نہ حاصل کر لے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

حافظ عاکف سعید

پاکستان میں اسلام کا مستقبل

گزشتہ شمارے کے انہی صفحات میں گیارہ ستمبر 2001ء کی ''تاریخی کروٹ'' کے حوالے سے رونما ہونے والی اُن چند تبدیلیوں کی جانب اشارہ کیا گیا تھا جو عالم اسلام کی بنیاد پرست اسلامی قوتوں اور جہادی طاقتوں پر مغربی استعمار کی تازہ وحشیانہ جنگی یلغار اور اس کے نتیجے میں اسلامی قوتوں کی بظاہر ناکامی کے پردوں سے جھلکنے والی امید کی روشن کرنوں کی خبر دیتی ہیں۔ عالمی سطح پر احیاء اسلام کے نقطہ نگاہ سے جہاں یہ منظر نامہ ''دلیل صبح روشن ہے ستاروں کی تنک تابی'' اور ''کہ خونِ صد ہزار انجم سے ہوتی ہے سحر پیدا'' کا مصداق دکھائی دیتا ہے' وہاں پاکستان کے داخلی حالات فی الوقت اس کے بالکل برعکس ایک نقشہ پیش کر رہے ہیں جو اسلامیانِ پاکستان کے لئے شدید ذہنی اذیت اور رنج وغم کا باعث ہے ـــــ گزشتہ چھ سات ماہ کے دوران جہاں ان تمام دینی سیاسی جماعتوں کے غبارے سے ہوا نکل گئی جن کے بارے میں گمان کیا جاتا تھا کہ وہ سٹریٹ پاور کا موثر استعمال کرنے کی صلاحیت سے مالا مال ہیں' وہاں یہ تلخ حقیقت بھی مزید شدت کے ساتھ اجاگر ہو کر سامنے آئی کہ ملک میں موجود معروف دینی جماعتوں کے وابستگان ہی نہیں قائدین کی بھی ایک بڑی تعداد حقیقی اسلامی جذبے اور خلوص و اخلاص کی دولت سے محروم ہے۔ اسلامی نظام کے قیام کے لئے اقتدار کے حصول کا خبط کچھ اس طور پر ان کے ذہنوں میں سمایا ہے کہ اللہ اور اس کے دین کے ساتھ وفاداری ترجیح اول نہیں رہی بلکہ اسلام آباد پر تسلط ان کی اولین ترجیح بن چکا ہے۔ حب الٰہی اور حب رسولؐ کے جذبہ سے سرشاری کی باتیں اب صرف کتابوں میں ملتی ہیں' ہمارے دینی طبقات کی اکثریت ایک طویل عرصہ سیاست کے پیچ وخم میں الجھنے کے باعث نشے کی حد تک اس سیاست بازی کی عادی ہو چکی ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ خلوص وللّٰہیت کی بجائے دنیا پرستی غیر محسوس طور پر ان کے رگ و پے میں سرایت کر چکی ہے۔ چنانچہ اشک سحر گاہی سے وضو کرنے والے اور غیرت وحمیت دینی کی خاطر باطل سے پنجہ آزمائی کرنے والے اب خال خال رہ گئے ہیں۔ دینی اقدار اور احکام شریعت کے ساتھ حقیقی عملی تعلق برائے نام رہ گیا ہے' اخلاق و کردار کا معاملہ تیزی کے ساتھ روبہ زوال ہے۔ اِس صورت حال کا بھرپور فائدہ عالمی اسلام دشمن طاقتوں نے اٹھایا اور افغانستان پر براہ راست اور پاکستان پر بالواسطہ طور پر فوجی یلغار کے ساتھ ساتھ اسلام کے قلعہ کے طور پر شہرت پانے والے ایٹمی قوت کے حامل اسلامی ملک پاکستان میں اسلام کی جڑوں پر بھرپور تیشہ چلانے کے لئے ایک سیکولر ذہن کے مالک فوجی آمر کو بھرپور طور پر استعمال کیا جو ہمارے شامتِ اعمال کے نتیجہ میں ملک کی تقدیر کا مالک بنا بیٹھا ہے۔ ملک میں اسلام کی جڑیں کھودنے اور سیکولرازم کو فروغ دینے کا کام اس سرعت کے ساتھ ہوا ہے کہ عالمی اسلام دشمن طاقتوں کا سرخیل امریکہ بہادر بھی ہمارے مطلق العنان آمر کو خراج تحسین پیش کئے بغیر نہ رہ سکا ـــــ ملکی معیشت کو سود کی نجاست سے پاک کرنے کے لئے آئیڈیالوجی کونسل اور وفاقی شرعی عدالت نے گزشتہ پندرہ سالوں کے دوران جو قانونی و دستوری پیش رفت کی تھی اس پر پاکستان کی عدالت عظمیٰ کے ذریعے نہایت بے رحمی کے ساتھ خط تنسیخ پھیر دیا گیا۔ بنیاد پرست اسلامی قوتوں کے گرد گھیرا تنگ کرنے اور جہادی قوتوں کو کچلنے کا سامان بڑے منظم انداز میں کیا جا رہا ہے۔ جہادی جذبہ کو بیدار رکھنے والے ''غزل سراؤں'' کو چمن سے نکالنے یا ان کی مستقل زباں بندی کا تمام تر انتظام و اہتمام براہ راست اس فرعون وقت امریکہ کے زیر ہدایت کیا جا رہا ہے جو ہمارے فوجی آمر سے عوامی حمایت سے محرومی کے جرم ضعیفی کا بھتہ وصول کرنے کا گُر خوب جانتا ہے۔ یہ اسی جرم ضعیفی کا نتیجہ ہے کہ آج پاکستان بدنام زمانہ امریکہ اداروں سی آئی اے اور ایف بی آئی کے لئے ایک چراگاہ بن کر رہ گیا ہے۔ پاکستان سے اسلام کو مٹانے کی یہ کوششیں اگر خدانخواستہ آخری درجے میں کامیاب ہو گئیں تو ان کا لازمی منطقی نتیجہ خاکم بدہن' پاکستان کے خاتمہ کی صورت میں ظاہر ہوگا۔ 55 سال قبل اسلام کے نام پر بننے والی عظیم ترین اسلامی ریاست کا یہ حسرت ناک انجام ملک وملت کا درد رکھنے والوں کے لئے کس درجے لہو رُلانے کا موجب ہوگا' اس کے تصور سے ہی دل کانپ کانپ اٹھتا ہے ـــــ تاہم اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوگا کہ احیاء اسلام کا سفر کہیں رک جائے گا اور عالمی سطح پر قیام خلافت کا خواب ہمیشہ کے لئے چکنا چور ہو جائے گا۔ اقبال نے بہت پہلے کہہ دیا تھا ۔

تو نہ مٹ جائے گا ایران کے مٹ جانے سے ۔۔۔ نشۂ مے کو تعلق نہیں پیمانے سے!

اپنی غفلت شعاری اور سیہ کاریوں کے سبب مسلمانانِ پاکستان میں اگر دم خم باقی نہیں رہا تو اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ دین اسلام میں مخفی بے پناہ قوت بھی زائل ہو چکی ہے۔ یہ قوت کہیں اور ظاہر ہو کر رہے گی اور حق و باطل کا یہ معرکہ گرم سے گرم تر ہوگا اور بالآخر حق کی فتح پر منتج ہو کر رہے گا۔

تاہم اللہ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں کہ مسلمانانِ پاکستان ہوش میں آ ہی جائیں۔ آج بھی مسلمانانِ پاکستان کی ایک قابل ذکر تعداد اگر سچی توبہ کرے' اسلام پر پورے طور پر عمل پیرا ہو جانے کا عزم مصمم کرے اور اس ملک میں اسلام کے غلبہ وسربلندی کے لئے انقلاب کے نبوی طریق کار پر عمل پیرا ہو جائے تو ابلیسی قوتوں کی لگائی ہوئی یہ آگ آج بھی گلستان میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ بہرکیف دین کے سچے وفاداروں کے لئے مایوسی اور بددلی کا کوئی موقع نہیں ہے۔ ان کا معاملہ یقینی طور پر ''گر جیت گئے تو کیا کہنا' ہارے بھی تو بازی مات نہیں!'' کے مصداق ہے۔ ان کی کوششیں اگر دنیا میں ثمر آور نہ بھی ہوئیں تو بھی حقیقی کامیابی وکامرانی ان کا مقدر بن کر رہے گی جو رضائے الٰہی اور اخروی نجات وفلاح کی صورت میں ظاہر ہوگی اور بلاشبہ یہی سب سے بڑی کامیابی ہے ـــــ شرط صرف یہ ہے کہ وہ زندگی کے آخری سانس تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سمیت اپنے تمام دینی فرائض کی ادائیگی پر استقامت کے ساتھ ڈٹے رہیں۔ اللھم وفقنا لھذا ۔

ہفت روزہ ندائے خلافت لاہور | مطبع : مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور | بانی: اقتدار احمد مرحوم
سی پی ایل نمبر: 127 جلد: 11 شمارہ: 30 | پبلشر: اسعد احمد مختار طابع: رشید احمد چوہدری | مدیر: حافظ عاکف سعید
سالانہ زرتعاون: 250 روپے' قیمت: 5 روپے | مقام اشاعت: 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور' فون: 03-5869501 | نائب مدیر: فرقان دانش خان

انقلاب کے لئے ایک منظم جماعت ضروری ہے' جماعت سازی کے بغیر انقلاب برپا نہیں ہو سکتا

جماعتی زندگی کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جماعتی شکل اختیار کیے بغیر سفر کرنا بھی دینی تعلیمات کے منافی ہے

افسوس آج تنظیم یا جماعت کی یہ اہمیت ہمارے ذہنوں سے نکل چکی ہے' اس لئے کہ ہماری جھوٹی انانیت آڑے آتی ہے

اسلام میں انقلابی جماعت کی مسنون اساس بیعت ہے' جس کی طرف دینی جماعتوں نے توجہ نہیں دی

مسجد دارالسلام باغ جناح' لاہور میں امیر تنظیم ڈاکٹر اسرار احمد کے ۲۶ جولائی ۲۰۰۲ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

آنحضور ﷺ کی سیرت سے ماخوذ اسلامی انقلاب کا دوسرا مرحلہ ''تنظیم'' ہے۔ یعنی جو لوگ توحید پر کاربند ہو جائیں یا دوسرے لفظوں میں اسلام کے انقلابی نظریے کو ذہناً و قلباً تسلیم کر لیں' وہ اب ایک جماعت کی شکل اختیار کریں' کیونکہ اکیلا آدمی کچھ نہیں کر سکتا۔ ہاں اگر صرف وعظ و نصیحت مقصود ہو تو پھر جماعت کی کوئی ضرورت نہیں۔ لیکن اگر نظام کو بدلنا پیش نظر ہو تو پھر یہ ضروری ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ داعیٔ انقلاب ساری عمر دعوت ہی دیتا رہے اور کوئی قبول نہ کرے۔ لیکن جب کچھ لوگ قبول کر لیں تو پھر اگلا لازمی مرحلہ یہ ہوگا کہ طاقت کے ساتھ اب نظام کو بدلنے کی تیاری کی جائے۔ اس کے لئے ایک منظم جماعت کی ضرورت ہو گی۔ اسے مزید واضح کرنے کے لئے چند احادیث آپ کو سنانا چاہتا ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

((عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ))

''تم پر لازم ہے کہ جماعت کی شکل میں رہو''۔

اسلام کا مزاج ہے کہ اگر دو آدمی بھی اکٹھے سفر پر نکلے ہیں تو ایک کو امیر بنایا جائے دوسرا مامور ہو۔ جماعتی شکل اختیار کیے بغیر سفر کرنا دینی تعلیمات کے منافی ہے۔ اسی طرح اگر دو آدمی بھی کہیں اکٹھے نماز پڑھیں تو باجماعت پڑھیں' ایک امام ہوگا اور دوسرا مقتدی۔ ایک اور جگہ فرمایا ((يَدُ اللّٰهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ)) ''اللہ کی تائید و نصرت جماعت کے ساتھ ہوتی ہے''۔ اسی طرح حضرت عمرؓ کا قول ہے ((لَا اِسْلَامَ اِلَّا بِالْجَمَاعَةِ وَلَا جَمَاعَةَ اِلَّا بِالْاِمَارَةِ وَلَا اِمَارَةَ اِلَّا بِالْاِطَاعَةِ)) ''کوئی اسلام نہیں بغیر جماعت کے' کوئی جماعت نہیں جب تک امیر نہ ہو' اور امارت کا کوئی فائدہ نہیں جب تک اطاعت نہ کی جائے''۔

اس ضمن میں ایک اور حدیث نہایت اہم ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ((اَنَا آمُرُكُمْ بِخَمْسٍ' اَللّٰهُ اَمَرَنِيْ بِهِنَّ بِالْجَمَاعَةِ' وَالسَّمْعِ' وَالطَّاعَةِ' وَالْهِجْرَةِ' وَالْجِهَادِ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ)) ''مسلمانو! میں تمہیں پانچ باتوں کا حکم دے کر جا رہا ہوں' اللہ نے مجھے ان کا حکم دیا ہے: التزامِ جماعت کا' اور سننے کا (امیر کا حکم) اور اطاعت کرنے کا' اور ہجرت اور جہاد فی سبیل اللہ کا'' یہ روایت مسند احمد بن حنبل اور جامع ترمذی کی ہے۔ اسی طرح صحیح مسلم کی ایک روایت ہے جس کے راوی حضرت عبداللہ بن عمرؓ ہیں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''جو اس حال میں مرا کہ اس کی گردن میں بیعت کا قلادہ نہیں تھا وہ جاہلیت کی موت مرا ہے''۔ دراصل اس بات کا اسلام کے اجتماعی نظامِ حیات سے بہت گہرا تعلق ہے۔ اسلام کی رو سے دو ہی صورتیں ہو سکتی ہیں۔ ایک یہ کہ اگر خلافت کا نظام قائم ہے تو امیر المؤمنین کے ہاتھ پر بیعت ہو گی۔ اور اگر خلافت قائم نہیں ہے تو اسے قائم کرنے کے لئے جو جماعت قائم ہو گی اس کے لئے امیر سے بیعت ہو گی۔ عام حالات میں تیسری کوئی صورت نہیں۔

آج تنظیم یا جماعت کی یہ اہمیت ہمارے ذہنوں سے نکل چکی ہے۔ اس لئے کہ ہماری انانیت آڑے آتی ہے۔ جماعت میں تو امیر کا حکم ماننا پڑتا ہے۔ امیر کسی کوتاہی پر ڈانٹ بھی سکتا ہے۔ باز پرس بھی کر سکتا ہے' جسے ہماری جھوٹی انانیت گوارا کرنے کو تیار نہیں ہوتی۔

سیرت النبیؐ کے مطالعے سے جماعت سازی کی جو اساسات سامنے آتی ہیں ان میں اولین حضور ﷺ پر ایمان لانا کہ آپؐ اللہ کے رسول ہیں' آپؐ پر وحی آتی ہے۔ جو اس پر ایمان لے آیا اسے لامحالہ اطاعت کرنی ہے۔ اس اعتبار سے مکی دور میں کوئی اور بیعت کا حلف نامہ لینے کی ضرورت نہیں تھی اس لئے کہ مکہ کی چھوٹی سی بستی میں حضور ﷺ بھی موجود ہیں اور صحابہؓ بھی۔ صبح شام کی ملاقاتیں ہوتی ہیں۔ اسی لئے ہمیں مکی دور میں بیعت اسلام کا تذکرہ نہیں ملتا۔ ہاں اگر کہیں ملتا بھی ہے تو بس اتنا کہ باہر سے کوئی شخص آیا اور اس نے حضور ﷺ سے بیعت کی۔ ظاہر بات ہے کہ ''باہر سے آیا ہے تو ملاقات کے بعد چلا جائے گا۔ اس کے لئے بیعت یا عہد و قرار کی ضرورت تھی۔ اسی طرح جب مدینے کے لوگ ایمان لے آئے تو ضرورت پیش آئی کہ کوئی تنظیمی ڈھانچہ بنا دیا جائے۔ لہٰذا ایک کام یہ کیا کہ بیعت عقبہ ثانیہ میں 75 افراد سے بیعت لی گئی اور ان پر 12 نقیب مقرر کر دیئے (9 خزرج سے 3 اوس میں سے)۔ اور پھر ان سب سے بیعت لی' جو گویا جماعت سازی کے لئے اساس ثانی ہے' ورنہ پہلی اساس حضور ﷺ پر ایمان لے آنا تھی۔ بیعت کا لفظ بیع سے بنا ہے۔ اس کے معنی ہیں بیچنا' خرید و فروخت کرنا۔ عرب کا رواج یہ تھا کہ جب کوئی سودا ہو جاتا تو وہ مصافحہ کرتے تھے۔ یہ اس بات کی علامت تھی کہ ہمارا سودا پختہ ہو گیا۔ اب ان میں سے کوئی فریق واپس نہیں پھر سکتا۔ اس اللہ تعالیٰ نے سورۂ توبہ میں فرمایا ہے کہ ''اللہ نے اہل ایمان سے ان کی جانیں اور ان کے مال خرید لئے ہیں'' گویا اہل ایمان نے اپنی جان اور مال اللہ کے ہاتھ بیچ دی ہے۔ یہ ایمان کا تقاضا ہے۔ اس خرید و فروخت کو اللہ نے بیع قرار دیا۔ چونکہ اللہ غیب میں ہے تو یہ بیعت بالفعل اللہ کے کسی نمائندے کے ہاتھ پر ہو گی۔ وہ نمائندے محمد ﷺ تھے۔ یہ بات سورۂ فتح میں ان الفاظ میں آئی کہ:

''اے نبیؐ جو لوگ آپ سے بیعت کر رہے ہیں
حقیقت میں وہ اللہ سے بیعت کر رہے ہیں''۔

اب آئیے اس حدیث پر غور کریں جس میں بیعت کے تقاضوں کا ذکر نہایت جامع الفاظ میں ہے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ فرماتے ہیں: ''ہم نے بیعت کی تھی اللہ کے رسولؐ سے کہ آپ کا ہر حکم سنیں گے اور جو حکم بھی ہو گا اطاعت کریں گے' تنگی میں بھی اور آسانی میں بھی' اور اس حال میں بھی کہ ہماری طبیعت آمادہ ہو اور اس صورت میں بھی کہ ہمیں اپنی طبیعت پر جبر کرنا پڑے اور اس کے باوجود کہ ہم پر دوسروں کو ترجیح دے دی جائے۔ اور جن کو امیر بنایا جائے گا ہم ان سے جھگڑیں گے نہیں۔ اور اس بات پر بھی

(بیعت کی) کہ ہم ہر حال میں حق بات کو بیان کرتے رہیں گے۔ اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کے ڈر سے خاموش نہ رہیں گے''۔ اس حدیث میں ایک انقلابی جماعت کے نظم کے سارے تقاضے موجود ہیں۔ ہماری طرف سے بڑی بے قدری کا معاملہ ہوا کہ کسی دینی جماعت نے اسے اپنے دستور کا جزو نہیں بنایا۔ چھوٹے چھوٹے فروعی معاملات پر ہمارے ہاں جھگڑے ہوتے ہیں لیکن اس متفق علیہ حدیث پر کوئی توجہ نہیں دی گئی۔

معلوم ہوا کہ اسلامی نظم جماعت میں ہر جگہ اور ہر حال پر سمع وطاعت ہوگی۔ البتہ یہ بات ضرور پیش نظر رہے کہ حضور ﷺ کے بعد جس کی بھی اطاعت ہوگی وہ فی المعروف ہوگی۔ کیونکہ حضور ﷺ کے بعد کوئی امیر مطلقاً یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں جو حکم دوں گا وہ ماننا پڑے گا۔ ہاں شریعت کے دائرے کے اندر حکم دے گا تو ماننا پڑے گا' لیکن اگر شریعت کے حکم سے باہر ہوگا تو نہیں مانا جائے گا۔ یہی بات حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمائی تھی جب ان سے خلافت کی بیعت ہوئی ہے تو انہوں نے فرمایا تھا: ''اے مسلمانو! اگر میں سیدھا چلوں تو تم پر میری اطاعت فرض ہے اور اگر میں ٹیڑھا چلنے لگوں تو سیدھا کرنا فرض ہے''۔ اس سے واضح بھی ہوگیا کہ نبی کی اطاعت مطلق ہے' اس لئے کہ نبی سے کسی غلط حکم کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا' لیکن نبی کے علاوہ کسی کا حکم مطلق نہیں ہے۔ ہاں شریعت کے دائرے کے اندر اس کی اطاعت ہوگی۔ چنانچہ سورۃ النساء کی آیت ۵۹ میں یہ اصول واضح فرمادیا گیا۔

''اے اہل ایمان اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے جن کو امیر بنایا جائے ان کی اطاعت کرو پس اگر کسی معاملے میں تمہارا (امیر کے ساتھ) کوئی تنازعہ ہوجائے تو معاملے کو لوٹا دو اللہ کی اور اس کے رسول کی جانب۔ اگر تم اللہ اور یوم آخرت پر واقعی ایمان رکھتے ہو۔ یہ بہترین روش ہے اور اسی کے نتائج بہترین نکلیں گے''۔

اللہ کے فضل وکرم سے ہم نے تنظیم اسلامی کی بنیاد اسی بیعت پر رکھی ہے۔ تنظیم اسلامی دنیا میں شاید واحد دینی جماعت ہے جس نے اپنا دستور اس حدیث کی بنیاد پر بنایا۔ چنانچہ تنظیم اسلامی میں شامل ہونے کے لئے جو معاہدہ (عقد الرفاقة) ہے۔ اس میں سب سے پہلے دین کی بنیادی تعلیمات کے حوالے سے توبہ اور تجدید عہد ہے' کہ میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں کہ جتنے گناہ کئے ہیں اللہ معاف فرمادے۔ آئندہ کے لئے عہد کرتا ہوں کہ تیرے حکم کی کوئی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ (یہ تو ہر مسلمان کرتا ہی ہے لیکن تنظیم میں شامل ہوتے ہوئے اس کا ایک شعوری ادراک ہوتا ہے)۔ اس کے بعد ایک معاہدہ اللہ سے ہے۔

میں اللہ سے عہد کرتا ہوں کہ ہر اس چیز کو چھوڑ دوں گا جو اسے ناپسند ہے۔ اور جہاد کروں گا اس کی راہ میں اپنے امکان بھر' اور اپنا مال بھی خرچ کروں گا اور اپنی جان بھی کھپاؤں گا اللہ کے دین کو قائم کرنے کے لئے اور اس کے کلمہ کو اونچا کرنے کے لئے۔ اس کے بعد بیعت کے الفاظ ہیں ''اس مقصد کے لئے میں آپ سے یعنی (ڈاکٹر اسرار احمد سے) بیعت کررہا ہوں کہ آپ کا ہر حکم سنوں گا اور اطاعت کروں گا' لیکن معروف کے دائرے کے اندر''۔ باقی الفاظ وہی ہیں جو حضرت عبادہ بن صامتؓ کی روایت میں مذکور ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ انقلاب کے لئے ایک منظم جماعت کی ضرورت ہوتی ہے اور اسلام میں انقلابی جماعت کی مسنون اساس بیعت ہے جو ہر اعتبار سے بہترین ہے جماعت سازی کے بغیر انقلاب برپا نہیں ہوسکتا۔

حالات حاضرہ:

11 ستمبر کے بعد امریکہ نے جس طرح دھاندلی اور ظلم سے طالبان کی حکومت ختم کرکے افغانستان پر قبضہ کیا تھا' اب اس کے خاتمے کے آثار پیدا ہونا شروع ہوگئے ہیں کیونکہ افغانستان کی یہ تاریخ رہی ہے کہ یہاں قبضہ کرنا آسان لیکن اسے برقرار رکھنا ممکن نہیں ہے۔ چنانچہ جہاں ایک طرف افغانستان میں امریکی پسپائی کی خوش کن خبریں سامنے آرہی ہیں وہاں پاکستان کا معاملہ انتہائی دگرگوں ہے۔ امریکہ کی خواہش کے مطابق ملک کو بڑی تیزی سے سیکولرازم کی طرف لے جایا جارہا ہے جو کہ ملک وملت کے مستقبل کے حوالے سے سخت نقصان دہ ہے۔ دوسری طرف ایڈوانی کے نائب وزیراعظم بننے سے پاکستان کی مشرقی سرحد پر خطرات مزید بڑھ گئے ہیں۔ اسی طرح الیکشن سے پہلے آئینی ترامیم اور مدارس آرڈیننس کے خلاف احتجاجی تحریک شروع ہونے کا امکان اب بڑھ گیا ہے۔ لیکن شدید اندیشہ ہے کہ اس داخلی بدامنی کا فائدہ ملک کے دشمنوں کو پہنچے گا اور ملک مزید کمزور ہوگا۔

صدر پرویز مشرف کے بارے میں میرا حسن ظن تھا کہ سیاست میں آنے سے پہلے وہ ایک کھرے آدمی تھے تاہم اب انہوں نے سیاسی گر سیکھ لئے ہیں اور وہ اپنے سیاسی حریفوں کو انہی منافقانہ ہتھکنڈوں سے زیر کرنے میں مصروف ہیں جو بدقسمتی سے پاکستانی سیاست کا لازمی جزو بن چکے ہیں۔ دوسری طرف اپنا مطلب نکلنے کے بعد اب امریکہ کے تیور بھی بدلے ہوئے نظر آرہے ہیں' اور اس نے جمہوری نظام کی بحالی کا راگ الاپنا شروع کردیا ہے' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملک میں کوئی تبدیلی آنے والی ہے اور اب صدر مشرف کے چل چلاؤ کا وقت شاید کچھ زیادہ دور نہیں۔

اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا بچہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ ساتھ

دینی تعلیم و تربیت سے بھی مستفید ہو تو اسے

قرآن کالج لاہور

اتاترک بلاک' نیو گارڈن ٹاؤن۔ فون: 5833637

میں داخل کرائیے ——— جہاں

ایف اے' آئی کام' آئی سی ایس' ایف اے (جنرل سائنس) اور بی اے کی تدریس کے ساتھ ساتھ قرآنی عربی کے بنیادی قواعد اور قرآن حکیم کے ایک منتخب نصاب کی تدریس بھی کی جاتی ہے ——— نیز دینی و اخلاقی تربیت کا بھی خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے

زیر اہتمام

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور

36۔ کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور (فون: 03-5869501)

کالج کا تعارفی بروشر مفت اور پراسپکٹس -/30 روپے میں حاصل کیا جا سکتا ہے ڈاک سے منگوانے کے لئے -/40 روپے بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں تاکہ رجسٹرڈ پوسٹ سے ارسال کیا جاسکے۔

صدر مؤسس

ڈاکٹر اسرار احمد

نوٹ: انٹرمیڈیٹ سال اول میں 24 اگست تک لیٹ فیس کے ساتھ داخلے جاری ہیں

پاکستان کے استحکام اور بقا کا راز

تجزیہ نگار کے نقطۂ نظر سے ادارہ کا کامل اتفاق ضروری نہیں

ابوالحسن

صدر مشرف نے اپنے دورۂ بنگلہ دیش کے دوران 1971ء کے واقعات پر اظہار افسوس کیا ہے اور اپنی طرف سے معذرت پیش کی ہے جسے وہاں کی حکومت نے قبول کر لیا ہے۔ صدر پاکستان کے دورۂ بنگلہ دیش کے اعلان کے فوری بعد وہاں کی اپوزیشن نے جس کی قائد شیخ مجیب الرحمٰن کی بیٹی حسینہ واجد ہیں، صدر پاکستان کے دورے کے خلاف احتجاجی مظاہرے شروع کر دیئے تھے جو اگرچہ بنگلہ دیش کی عوام کی اکثریت کی حمایت تو حاصل نہ کر سکے لیکن عالمی میڈیا خصوصاً ہندوستان نے ان مظاہروں کو خاصی کوریج دی۔ حقیقت یہ ہے کہ 1971ء کے بحران کے دوران ہماری فوج خصوصاً اس کی قیادت سے بھیانک غلطیاں سرزد ہوئیں اور بنگلہ دیشی عوام کی بعض شکایات بڑی جائز اور درست تھیں۔ غلطیوں کا اعتراف کر کے ان پر افسوس اور معذرت کا اظہار کرنا یقیناً قابل تحسین ہے اور یہ صدر مشرف کا جرأت مندانہ اقدام ہے، لیکن یہ بات یاد رہنی چاہئے کہ یہ غلطیاں اور زیادتیاں یک طرفہ نہیں تھیں۔ مشرقی پاکستان کی اس وقت کی سیاسی قیادت بھی اپنے حقوق کے نام پر ایسے ایسے نکات اٹھا رہی تھی کہ انہیں بہر حال قبول کرنا آسان نہیں تھا۔ پھر یہ کہ غیر بنگالیوں پر، جن کو وہاں کے لوگ بہاری کہتے ہیں، 1971ء کے ہنگاموں کے دوران ظلم وتشدد کے وہ پہاڑ توڑے گئے کہ لوگ 1947ء میں تقسیم ہند کے موقع پر سکھوں کے مظالم بھی بھول گئے۔ تفصیل میں جانا یقیناً تکلیف دہ ہوگا، بہر حال معصوم بچوں اور بوڑھوں کو بری طرح ذبح کیا گیا اور خواتین کی بے حرمتی ہوئی۔ لہٰذا راقم کی رائے میں یہ معذرت بھی دو طرفہ ہونی چاہئے تھی۔ صاحب اقتدار لوگوں کے لئے معافی مانگنا آسان کام نہیں ہوتا۔ جس جرأت کا مظاہرہ جنرل مشرف نے کیا ہے، اسی نوع کے جذبہ اور جرأت کا اظہار بنگلہ دیشی قیادت کی طرف سے بھی ہونا چاہئے تھا۔ بہر حال راقم جنرل مشرف کے اس جذبہ اور جرأت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے ان سے گزارش کرتا ہے کہ ماضی کی غلطیوں کا اعتراف اور ان پر اظہار افسوس اور معذرت بالکل درست ہے لیکن کرنے کا اصل کام یہ ہے کہ غلطیوں اور کوتاہیوں سے سبق حاصل کیا جائے اور آئندہ ان سے بچنے کی کوشش کی جائے۔

جنرل صاحب! موجودہ حالات میں یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آ رہی ہے کہ آپ سابق فوجی حکمرانوں کی بہت سی غلطیوں کا اعادہ کر رہے ہیں۔ مشرقی پاکستان میں بھی جس سب سے بڑی غلطی کا ارتکاب ہوا تھا وہ یہ تھی کہ وہاں کے عوام کو اعتماد میں لئے بغیر اور انہیں ساتھ لے کر چلنے کے بجائے معاملات کو فوجی قوت کے بل پر حل کرنے کی کوشش کی گئی، جس کے خوفناک نتائج برآمد ہوئے۔ آج کی فوجی حکومت بھی سیاست دانوں، مذہبی رہنماؤں، وکلاء، اساتذہ، تاجروں اور دیگر عوامی طبقات کو اعتماد میں لینے کی بجائے ڈنڈے کا استعمال کر رہی ہے۔ ایک بار پھر فوجی قوت اور طاقت پر انحصار کیا جا رہا ہے۔ علاوہ ازیں موجودہ فوجی حکومت اور اس کے سربراہ کی یہ حکمت عملی ناقابل فہم ہے کہ بھارت کی زیادتیوں اور ناروا مطالبات کے باوجود اس سے مذاکرات کی درخواست بار بار کرتے چلے جاؤ، بنگلہ دیش سے تو اپنے بڑوں سے سرزد ہونے والی زیادتیوں پر معافی مانگ لو لیکن اندرون ملک اپنے پاکستانی بھائیوں کو چاہے وہ سیاست دان ہوں یا مذہبی رہنما، ٹھکراتے چلے جاؤ۔ جنرل مشرف کے جہاز کا اغوا اور اسے ملک کے کسی بھی ہوائی اڈے پر اترنے سے روکنا (اگر یہ حقیقت ہے) یقیناً ایک غلط اقدام تھا لیکن کیا یہ 1971ء کے واقعات سے بھی بڑا جرم تھا کہ اس کے باعث نواز شریف سے مذاکرات نہیں ہو سکتے، حالانکہ اس کی عوامی ساکھ اور مقبولیت سے اس کا کوئی بدترین مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا۔ کیا ہم قومی سطح پر اس بات کے عادی ہو گئے ہیں کہ معافی اور رجوع کے عمل کو اس وقت تک درخور اعتنا نہیں سمجھتے جب تک غلطیوں کے خوفناک نتائج برآمد نہ ہو جائیں یا پھر تباہی و بربادی واپسی کے راستے بند نہ کر دے۔ مصیبت یہ ہے کہ ہم اپنے پیش روؤں کی غلطیوں سے سبق حاصل نہیں کرتے۔ ہمارے کئی حکمرانوں نے امریکہ کی فرمانبرداری میں اپنوں کو ناراض کیا اور ان پر مشکل وقت آنے پر امریکہ نے منہ پھیر لیا لیکن جنرل صاحب کو بھی یہ بات اس وقت تک سمجھ نہیں آئی جب تک بش نے اپنا ہاتھ ان کی پشت سے اٹھا کر بے نظیر کی پشت پر نہیں رکھ دیا۔ جناب صدر! اب بھی آپ نے صرف جیک سٹرا سے ملاقات کرنے سے انکار کیا، لیکن اب شاید بہت دیر ہو چکی ہے۔ عوام کے اکثر طبقات کو آپ اپنا دشمن بنا چکے ہیں خصوصاً مذہبی جماعتوں کے ساتھ آپ کا سلوک بہت برا تھا، حالانکہ یہ حقیقت ہے کہ عوام ووٹ تو انہیں دیں یا نہ دیں لیکن ان کا احترام بہر حال کرتے ہیں اور ان سے زیادتی کرنے والے کو اچھی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ایسی صورت میں آپ غیروں کے ساتھ کیسے لڑیں گے؟ انگریزی کے اس محاورے کے مطابق کہ 'It is never too late to mend' اگر آپ خود کو مغرب اور امریکہ کی بجائے عوام کا حلیف بنالیں تو بات اب بھی سنبھل سکتی ہے۔

جنرل صاحب! ایک آخری اور انتہائی اہم بات یہ ہے کہ اگر آپ رجوع اور معذرت کرنے کی جرأت رکھتے ہیں تو راقم آپ کو ایک ایسا نسخہ کیمیا بتا سکتا ہے جو آپ کو زندہ جاوید بنا سکتا ہے، جو اس قوم کے مردہ تن کو حیات نو بخش سکتا ہے، جو ہماری ذلت و رسوائی کو عزت وتکریم میں بدل سکتا ہے۔ وہ نسخہ یہ ہے کہ معذرت کریں اپنے رب کے ساتھ، جس کے ساتھ قول وقرار کر کے ہم نے زمین کا یہ ٹکڑا حاصل کیا تھا تاکہ دنیا کو اسلامی ریاست کا نمونہ پیش کریں، لیکن پھر ہم منحرف ہو گئے۔ رجوع کریں اس دین کی طرف جس کے نفاذ کی خاطر یہ ملک جسے پاکستان کہتے ہیں، حاصل کیا گیا تھا۔ جس خوشحالی اور کامرانی کی خبریں ہمیں حکمران دیتے رہتے ہیں وہ جھوٹی اور گمراہ کن اس لئے ثابت ہوئیں کہ ہم نے معذرت الی اللہ اور رجوع الی الدین کا رویہ اختیار نہیں کیا تھا۔ ہم نے اپنا رخ کعبۃ اللہ کی بجائے واشنگٹن کی طرف کئے رکھا۔ جنرل صاحب! اب پاکستان کو بچانے کی واحد صورت یہ ہے کہ ہم اجتماعی طور پر اللہ سے معذرت کریں اور اس کے پسندیدہ دین کی طرف رجوع کریں۔ اسی میں پاکستان کا استحکام ہی نہیں، بقا بھی مضمر ہے!

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

''گربہ کشتن روزِ اول''

جدید عہد کے تقاضوں اور چیلنجوں کا مقابلہ روحانی اور اخلاقی قوتوں کے علی الرغم سائنس وٹیکنالوجی کی قوتوں کے بغیر نہیں کیا جاسکتا۔ میں سائنس وٹیکنالوجی کو عہد حاضر میں ''قوت کی کان'' سمجھتا ہوں۔ جو لوگ اس ''کان'' پر بیٹھے ہیں وہ نت نئی قوت کے رازوں کو آشکار کر رہے ہیں۔

اسلام آپ سے مطالبہ کرتا ہے کہ آپ قوت حاصل کریں۔ اقتدار حاصل کریں' طاقت بہم پہنچائیں۔ قرآن کا مسلمانوں سے مطالبہ اور حکم ہے ''واعدوا لھم ما استطعتم من قوۃ ومن رباط الخیل'' (سورۂ انفال' آیت 60) کہ خود کو جتنی تم میں قدرت و استطاعت ہو' قوت بہم پہنچاؤ' قوت کے لئے تیاری کرو۔ گھوڑوں کے اصطبلوں کے ساتھ۔ اس زمانہ میں گھوڑے تھے جو بطور آلۂ قوت' بیان ہوئے' اس زمانہ میں ٹینک' توپ خانے اور بم ہیں' فضاء میں اڑنے والے بمبار طیارے ہیں' میزائل ہیں' ایٹم بم اور ہائیڈروجن بم ہیں' قرآن پاک مسلمانوں سے خاص طور پر مخاطب ہو کر کہتا ہے: ''الذین مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر'' اقامت صلوٰۃ اور ایتائے زکوٰۃ' جانی و مالی عبادتیں ہیں ان کی اسلام میں بنیادی اہمیت ہے۔ یہ دین کے دو اہم رکن ہیں' اس لئے ان کا صراحت کے ساتھ بار بار ذکر فرمایا گیا۔ یہ دونوں عبادتیں انسان کے لئے خیر و برکت کا سرچشمہ ہیں' لیکن ساتھ ہی دوسرے تمام اعمال خیر کے حصول کے لئے ''امرو بالمعروف'' ارشاد فرمایا گیا اور ساتھ ہی برائیوں سے بچنے کے لئے ''نھوا عن المنکر'' فرمایا گیا' کہ نہی عن المنکر بھی ایک درجہ میں حصول خیر کا ذریعہ اور اس کے لئے ممد و معاون ثابت ہوتا ہے۔

اسلام آپ سے نظام عالم کی بہتری کی کوشش کرنے کے لئے محض نیک تمناؤں کا اظہار نہیں کرتا' بلکہ آپ سے مطالبہ کرتا ہے کہ آپ قوت حاصل کریں' قوت کے بغیر آپ نظام خیر و معروف قائم کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہو سکتے۔ تبلیغ و ارشاد کی اہمیت سے کوئی مسلمان انکار نہیں کر سکتا۔ مگر برائیوں کا قلع قمع صرف تبلیغ سے نہیں ہوتا' بعض صورتوں میں قوت کا مظاہرہ اور حسب ضرورت استعمال بھی لازمی ہوا کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے ''کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنھون عن المنکر'' تم خیر امت ہو اس سارے عالم انسانیت کے لئے اور تم نیک کاموں کا حکم دیتے ہو' اور منکر یعنی بری باتوں سے روکتے ہو۔ ''امر'' یعنی حکم' قوت' طاقت اور اقتدار کا مطالبہ کرتا ہے' تقاضہ کرتا ہے۔ اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ اسلام تو صرف روحانی اور اخلاقی اصولوں کا نام ہے۔ اسلام کے نام لیواؤں کو' اسلام کے کارکنوں کو تو صرف تبلیغ سے سروکار ہونا چاہئے' میں ان سے اتفاق نہیں کرتا۔ بے شک مسجد کی حیثیت ایک بنیادی ستون کی ہے' ہمیں اس میں بھی آنا ہے' اور پنج وقتہ نماز میں حاضری ہم پر فرض کی گئی ہے۔ مسجد کو آباد رکھنے کے لئے بھی ہم پر فریضہ عائد ہوتا ہے۔ لیکن مسجد کے باہر کی دنیا کی درستی بھی ہمارا اتنا ہی بڑا فرض ہے' جتنا کہ مسجد کے اندر۔ اور دراصل مسجد اور بیرون مسجد میں اسلام کی نگاہ میں کچھ اتنا زیادہ فرق بھی نہیں ہے۔

ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن

کیونکہ مسلمان تو بیرون مسجد کو بھی مسجد کے تابع لانا چاہتا ہے۔ مسجد جو جائے سجود ہے' اللہ کو سجدہ کرنے کی جگہ ہے' اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ ساری روئے ارض اللہ کے لئے سجدہ گاہ بن جائے اور ساری دنیا والے اللہ کے سامنے سربسجود ہو جائیں۔ اس کے نیک بندے بن جائیں' ان سب باتوں کے لئے اسلام اقتدار چاہتا ہے۔ لیکن ایسا اقتدار نہیں' جو اندھا ہو' ظالم اور گمراہ ہو' بلکہ وہ ایسا اقتدار چاہتا ہے' جو دانا و بینا ہو' عادل ہو۔ صاحبان اقتدار صراط مستقیم پر ہوں۔ وہ قوت چاہتا ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ قوت کے بل پر خیر کی قوتوں کو مغلوب رکھے' بلکہ وہ اقتدار اس لئے چاہتا ہے کہ وہ شر کی قوتوں کو اپنی من مانی کرنے سے روک سکے۔ دوسرے لوگوں کے دلوں میں اس کا رعب پیدا ہو اور قائم رہے۔ اس کے کچھ اصول اور ضابطے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنے میں قطعاً کوئی دشواری نہیں ہونی چاہئے کہ طاقت کا حصول تو ضروری ہے لیکن اس کا استعمال کچھ حدود و قیود چاہتا ہے۔ کچھ اصول و ضابطے چاہتا ہے اور اس کے لئے ہمیں مفصل ہدایات آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ اور سیرت طیبہ سے ملتی ہیں۔ میرا مقصود یہ ہے کہ طاقت برائے طاقت نہیں' اقتدار برائے اقتدار نہیں بلکہ اس کے ذریعے خیر کی قوتوں کا غلبہ مقصود ہے۔

تبلیغ اور جہاد: میں جب آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ اور سیرت طیبہ کا ذکر کرتا ہوں' تو میری مراد آنحضرت ﷺ کی پوری حیات طیبہ ہے' میں آپ کی مکی اور مدنی زندگی میں کوئی تفریق نہیں کرتا۔ نہ دو علیحدہ علیحدہ خانوں میں تقسیم کرتا ہوں اور نہ کوئی حد امتیاز کھینچتا ہوں۔ اسی لئے ''تبلیغ + جہاد'' کا قائل ہوں۔ تبلیغی اور جہادی قوتوں کو مل کر اسلام کی سربلندی کے لئے' بالخصوص موجودہ حالات میں' کام کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس کے بغیر صاحبان اقتدار کے دماغ ٹھکانے نہیں آ سکتے۔ وہ امریکہ کی دلالی کو اپنا شعار بنائے رکھیں گے اور غیر مسلم قوتوں کے آلۂ کار بنے رہیں گے جب تک کہ امریکی ایجنڈے کے مطابق پاکستان کا اسلامی تشخص ختم نہ ہو جائے۔ اور یوں مجھے خدشہ ہے کہ اگر اکتوبر 2002ء کے عام انتخابات کے نتائج جنرل پرویز مشرف کی مرضی کے مطابق نہ ہوئے تو الجزائر کی طرح اسلامک سولیڈیریٹی فرنٹ اور فوج کی کہانی پاکستان میں بھی دہرائی جائے گی۔ اور بعد ازاں پاکستان ایک ''نیا ترکی'' (کمالستان) بن جائے گا۔ جہاں اسلام کا اعلانیہ اظہار خلاف آئین ہوگا۔ مسجدیں منہدم ہوتی رہیں گی اور ان کی جگہ مسجد اصفیاء (استنبول) کی طرح میوزیم بنا دی جائیں گی۔ دینی تعلیم کا حصول مشکل سے مشکل تر ہوتا جائے گا۔ اور بالآخر مساجد و مدارس پر خفیہ ایجنسیوں کا قبضہ ہو جائے گا۔ جہاں آزادانہ اللہ اور رسول ﷺ کا نام لینے والے اپنے اردگرد خطرہ محسوس کرنے لگیں گے۔ میرے ایک کرم فرما دوست ساٹھ اور ستر کی دہائی میں دمشق سے لندن جاتے ہوئے چند دن استنبول میں ٹھہرے اور انہوں نے ایک جگہ ترکی میں کمال اتاترک کے حوالے سے کچھ بات کرنا چاہی تو اس ترکی مسلمان نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور کان میں کہا کہ ''وہ کافر تھا'' (یہ واقعہ موصوف نے اپنی کتاب میں بھی لکھا ہے)۔

اللہ تعالیٰ سورۂ حدید میں ارشاد فرماتا ہے: ''وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط'' کہ ہم نے کتاب (القرآن) اور میزان (سنت) اتاری تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم رہیں۔ عدل و انصاف کا قیام ہی اصل مقصد ہے۔ اس میں اس سے متصل ''الحدید'' (لوہے) کا ذکر کیا گیا ہے جو درحقیقت قوت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

جو اہل اقتدار ظلم کرتے ہیں' ان کے متعلق ارشاد ہوتا ہے: ''ولا ترکنوا الذین ظلموا فتمسکم النار ومالکم من دون اللہ من اولیاء ثم لاتنصرون'' (سورۂ ہود آیت 113) کہ تم ان صاحبان اقتدار کے سامنے جو ظلم کرتے ہیں' نہ جھکو۔ اگر تم ان کی تعظیم و تکریم کرو

(باقی صفحہ 12 پر)

شمع انسانیت اور آفاتِ حسد!

مشہور مقولہ ہے کہ "آپ ذہن کو کنٹرول کریں ورنہ یہ آپ کو کنٹرول کرے گا"۔ انسانی ذہن بہت طاقتور چیز ہے۔ یہ یا تو تعمیر کرتا ہے یا تخریب۔ یہ تعمیر تب ہی کر سکتا ہے جب یہ تعمیری سوچ رکھتا ہو اور اگر تخریبی سوچ اس میں اپنا ڈیرہ جمالے تو اس کی تخریب کاری اور تباہ کاری کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ ایک مثبت اور تعمیری سوچ کے حامل دل و دماغ میں محاسن پرورش پاتے ہیں جبکہ ایک منفی اور تخریبی دل و دماغ مفاسد کو پروان چڑھاتے ہیں۔ جن منفی مفاسد سے بچنے کے لئے کہا گیا ہے' ان میں ایک حسد بھی ہے۔ حسد کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کو اللہ نے جو نعمت' فضیلت یا خوبی عطا کی ہو اس پر کوئی دوسرا شخص جلے اور یہ چاہے کہ وہ خوبی اس سے سلب ہو کر مجھے مل جائے یا کم از کم اس سے ضرور چھن جائے۔ یہ بھی حسد ہے کہ کسی کے اندر موجود صلاحیت کے ظہور پذیر ہو جانے سے خوفزدہ رہا جائے۔ اور یہ بھی حسد ہی ہے کہ کوئی شخص محض اس لئے مضطرب رہنے لگے کہ کسی نے اس سے بڑھ کر کوئی اچھا کام کر دکھایا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ:

"تم اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ' اس لئے کہ حسد نیکیوں کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح آگ لکڑی یا گھاس کو کھا جاتی ہے۔"

حسد دودھاری جذبہ ہے۔ اس کے شکار لوگ اپنے آپ کو ہر دم کسی نامعلوم جال میں گرفتار' خود اعتمادی سے عاری' بے یار و مددگار کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ وہ خود کو ایک ایسی عدالت میں کھڑا محسوس کرتے ہیں جہاں ان پر فردِ جرم تو عائد کی جاتی ہے لیکن ان کی کوئی اپیل شنوائی حاصل نہیں کر پاتی۔ نتیجتاً وہ محسود کے دشمن بن بیٹھتے ہیں اور اپنے حسد کا پورا الزام اسی پر ڈال دیتے ہیں۔ بہت سے لوگ اس حقیقت سے ناآشنا ہیں کہ حسد کے شکار افراد دنیا میں سب سے زیادہ خوف و ہراس میں مبتلا رہتے ہیں۔ یہ عام طور پر احساسِ کمتری کا شکار ہونے کے علاوہ خود کو غیر محفوظ بھی تصور کرتے ہیں۔ لہٰذا یہ مجبور ہوتے ہیں کہ اپنے بارے میں انہی خیالات و احساسات پر بھروسہ کریں جو دوسرے ان کے متعلق رکھتے ہیں۔ لیکن چونکہ اپنی حاسد طبیعت کی بناء پر وہ لوگوں میں اپنی شناخت صحت مند خطوط پر نہیں کراتے لہٰذا دوسروں کے خیالات ان کو دھچکے پر دھچکہ اور کچوکے پر چوکہ ہی لگاتے ہیں۔ یوں وابستہ امیدوں کے ٹوٹنے کا غم اور دوستانہ جذبات کی اس انوسٹمنٹ کے ضائع ہو جانے کا دکھ جو اس جذبے کے دل و دماغ پر قابض ہو جانے سے پہلے کی گئی تھی' مزید دل کا چین و قرار لوٹ لے جاتا ہے۔ کسی مفکر کا قول ہے کہ حسد ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے حاسد اپنے آپ کو زیادہ زخمی کرتا ہے بہ نسبت محسود کے۔ حسد جیسے منفی جذبے سے مکمل چھٹکارا حاصل کرنا ہو تو شعوری طور پر کسی مثبت جذبے کو ذہن پر مسلط کرنا ہوگا۔ انسانی ذہن کو منفی سوچ سے نجات دلا کر مثبت سوچ کا عادی بنانا بے شک بڑا کٹھن کام ہے لیکن ناممکن نہیں۔ اسلام کے نزدیک سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ دل میں

رعنا ہاشم خان

ایک دوسرے کے لئے شفقت' ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبات ہوں۔ ایک دوسرے کی کامیابیوں پر خوش ہو کر ان کی پیٹھ تھپکی جائے نہ کہ پیٹھ میں چھرا گھونپا جائے۔

میں نے اس موضوع پر آج اس لئے قلم اٹھانے کی کوشش کی ہے کہ اس وقت جذبۂ حسد مسلم معاشرت میں عام ہو چکا ہے۔ کامیابی اور ترقی کی راہ میں ایک دوسرے کی ٹانگ کھینچنے میں آج کی مسلم معاشرت بہت آگے جا چکی ہے۔ زندگی کا کوئی شعبہ ہو' عام طور پر ایک بات ہر جگہ دیکھنے میں آ رہی ہے کہ ایک مسلمان نہ صرف دوسرے مسلمان کی کامیابی پر خوش نہیں ہوتا بلکہ اکثر اوقات اس کی ناکامی کا سبب بن جاتا ہے۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہی نظر آتی ہے کہ آج ہمارے دلوں میں دین کی بنیاد پر محبت اور خیر خواہی کے بجائے حسد نے آکٹوپس کی طرح پنجے گاڑ لئے ہیں۔ ہر حاسد شخص اجتماعی مفادات کی پروا کئے بغیر صرف اپنی انا کی تسکین کے لئے کام کر رہا ہے۔ یہ صورت حال انتہائی مہلک اور اجتماعیت کی قاتل ہے۔ حسد میں مبتلا افراد جان لیں کہ اس سے چھٹکارا پانے کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی شخصیت کا کھوج لگائیں' اپنی مخفی صلاحیتوں کا ادراک کریں اور دوسروں کی صلاحیتوں کو زنگ لگ جانے کی دعاءِ بد کے بجائے اپنے لئے راہِ راست پر آ جانے کی دعاءِ خیر کریں۔ آفاتِ حسد نہ صرف یہ کہ شمع انسانیت کو گل کر دیتی ہیں بلکہ شمع کی مانند ایک حاسد کے نصیب میں بھی جلنا ہی ٹھہرتا ہے۔ سورۂ فلق میں اللہ تعالیٰ نے آفاتِ حسد کے شر سے بچنے کی دعا سکھائی ہے' کیونکہ حسد سے آدمی کی ایمانی کیفیت مجروح ہوتی ہے اور حسد کی آگ ایمان کے پودے کو بھسم کر ڈالتی ہے جس کے نتیجے میں انسان دین اور خیر کے کاموں میں آگے بڑھنے سے رک جاتا ہے۔

پیارے نبی ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

"حسد اور ایمان ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتے۔"

یعنی حسد ایمان کو قطع کر ڈالنے والا زہریلا وائرس ہے۔ مولانا مودودیؒ سورۂ فلق کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ حاسد کے شر سے امان پانے کے لئے چند چیزیں اور بھی مددگار ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ انسان اللہ پر بھروسہ کرے اور یہ یقین رکھے کہ جب تک اللہ نہ چاہے کوئی اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ دوسرے یہ کہ حاسد کی باتوں پر صبر کرے۔ تیسرے یہ کہ حاسد خواہ اللہ سے بے خوف اور خلق سے بے شرم ہو کر کیسی ہی بے ہودہ حرکتیں کرتا رہے محسود بہر حال تقویٰ پر قائم رہے۔ لہٰذا ہمیں چاہئے کہ محسود ہونے کو اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت سمجھیں اور حدیث میں تعلیم کی گئی اس دعا کو روزانہ کا معمول بنائیں کہ:

"اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مَحْسُوداً وَّ لا تجعلنی حَاسِداً"

بقیہ: داستان عزیمت

جیل گیا اور وہاں سے..... یہ واقعہ امریکہ' برطانیہ' بھارت' فلپائن' اسرائیل' روس وغیرہ میں پیش نہیں آیا بلکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں پیش آیا ہے۔ اس پاکستان میں جو اسلام کے نام پر قائم ہوا ہے۔ اس کا مطلب لا الہ الا اللہ بتایا گیا تھا مگر آج..... اس پاکستان میں مجاہدین اور مجاہدین سے محبت کرنے والوں کے ساتھ یہ سلوک ہو رہا ہے کہ ان کو جیلوں میں بند کیا جا رہا ہے۔ خطرناک قیدیوں' ڈاکوؤں اور قاتلوں سے بھی ملاقات کی اجازت دی جاتی ہے مگر مجاہدین سے ملاقات کی بھی اجازت نہیں ہے۔ موجودہ حکمران حصول ڈالر کے لئے اندھے ہو چکے ہیں۔ مگر ان کو پتہ نہیں کہ اللہ کی لاٹھی بے آواز ہے اور حالات بتا رہے ہیں کہ اس بے آواز لاٹھی چلنے میں اب کوئی دیر باقی نہیں ہے۔ بقول جالب۔

آئے سرِ عالم کئی غاصب کئی قاتل
ظلمت کہاں ٹھہری ہے اجالوں کے مقابل
حق ہی نے کئے پار امنڈتے ہوئے دریا
باطل کو ملا ہے نہ ملے گا کبھی ساحل

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

ان 10 دنوں نے میری شخصیت کو بدل کر رکھ دیا

طالبان کو افغانستان سے کبھی نہیں نکالا جا سکتا

تفتیش کے دوران کسی نے مجھ سے درشتی یا غصے سے بات نہیں کی

برقع پہننے کے بعد افغان مردوں کا میرے ساتھ رویہ یکدم بدل گیا

طالبان خوش کردار اور مہربان ہونے کے ساتھ دنیا کے خوفناک ترین جنگجو ہیں

طالبان کی قید سے رہا ہونے والی برطانوی صحافی مسز ریڈلی کے تاثرات

اخذ و ترجمہ: سید افتخار احمد

مسز وونی ریڈلی آج وہ خاتون نہیں رہی جو ستمبر 2001ء میں طالبان کی قید سے قبل تھی۔ جب وہ افغانستان کے لئے روانہ ہوئی تو وہ ایک مغرب زدہ (بلکہ مغرب گزیدہ) انسانی حقوق کی علمبردار اور اسلام کے ظالمانہ نظام پردہ پر افغان عورتوں کے برقعہ کی قید سے رہائی کی زبردست حامی تھی۔ لیکن خود 10 روز برقعہ میں ملبوس رہنے اور طالبان کے سلوک نے اس کے اندر سے مغرب گزیدگی کا تمام زہر نکال باہر کیا۔ مغربی میڈیا نے اس کے بیان کو اپنی توقعات کے برخلاف پایا تو اسے کوئی اہمیت نہ دی۔ لیکن مظلوم مگر غیور اور بہادر افغانیوں کی داستان اور اسلام کا محبت بھرا پیغام اس کی اپنی زندگی کو تبدیل کرنے کا باعث بن گیا۔

مسز ریڈلی کی یہ خودنوشت طالبان کے عظمت کردار کی سب سے بڑی دلیل اور مغربی میڈیا کے منافقانہ زہریلے رویئے کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ (ادارہ)

پشاور پہنچتے ہی مجھے ایک افغانی عورت کا بھیس بدل کر برقعہ اوڑھ کر اپنے ہمراہی پٹھان کی گونگی بہری بیوی کا روپ دھارنا پڑا۔ رات کے اندھیرے میں افغان سرحد کے قریب ایک گھر کے دروازے پر ایک 60 سالہ عمر عورت نے مجھے خوش آمدید کہا۔ وہاں میں نے ایک کمرہ میں جس میں پہلے ہی کچھ عورتیں اور بچے لیٹے تھے رات گزاری۔ مجھے ایسا لگا کہ میں 10 صدیاں پہلے کی دنیا میں پہنچ گئی ہوں۔

اگلے روز ایک گاڑی سے جس میں پہلے ہی ایک عورت برقعہ میں ملبوس بیٹھی تھی اور 3 دیگر مردوں کے ساتھ میں نے اپنے افغان ''خاوند'' کے ہمراہ طورخم کی طرف سفر اختیار کیا۔ سرحد پر پاکستانی فوجیوں نے ہمیں سرسری جائزے کے بعد جانے کی اجازت دے دی۔ دوسری طرف طالبان کے سرحدی پاسبانوں نے ہمیں روک لیا۔ لیکن ایک من گھڑت کہانی کہ جلال آباد کے قریب ایک گاؤں میں میں اپنی بیمار ساس کی تیمارداری کے لئے جا رہی ہوں۔ میرا نام شمیم ہے اور میں گونگی بھی ہوں۔ ان کی تسلی کے لئے کافی تھی۔ جلال آباد پہنچ کر ہم اس گاڑی سے اتر کر سڑک کے کنارے بیٹھ گئے۔ یہ 50 کلومیٹر کا فاصلہ بڑی مشکل میں گزرا۔

تھوڑی دیر بعد میں ایک تین پہیوں والے موٹر سائیکل رکشا میں سفر کر رہی تھی۔ جو شہر کے بازاروں سے گزرتا ہوا بڑا عجیب لگ رہا تھا۔ شہر کے دوسرے کنارے پر ہمیں پھر ایک ٹیکسی میں سفر کرنا پڑا۔ برقعہ میری آنکھوں اور سر کو شدید تکلیف دے رہا تھا۔ مگر ابھی مجھے یہ سب برداشت کرنا تھا۔ جلال آباد کی اس شمالی سڑک پر جہاں ہر طرف پہاڑ اور ہریاول تھی آس پاس کہیں اسامہ بن لادن کے کیمپ کا تصور مجھے بڑا عجیب لگ رہا تھا۔ وہ اسامہ بن لادن جو اس وقت دنیا کی سب سے بڑی مہذب قوم کے لئے ہوا بنا ہوا تھا۔ اچانک مٹی کی اینٹوں سے بنی دیواریں نظر آنے لگیں۔ یہ ایک روایتی افغان گاؤں تھا جس کا نام ''کاما'' تھا۔ یہاں ٹیکسی سے اتر کر میں اپنے میزبان کے ہمراہ ایک گھر میں داخل ہوئی۔ وہ لوگ بڑے تپاک سے ملے۔ مجھے فوم کیا ایک گدے پر بیٹھنے کے لئے کہا گیا۔ جہاں بیٹھتے ہی میں سو گئی۔ قریباً ایک گھنٹہ بعد مجھے ایک نوجوان نے جگایا جو ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں مجھ سے باتیں کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن میں اس خیال سے کہ میرا بہروپ ظاہر ہو گیا ہے اور میں پکڑی گئی ہوں نہایت خوفزدہ ہوئی۔ لیکن ان لوگوں نے میری حالت کو بھانپتے ہوئے مجھے تسلی دی کہ یہ سب خفیہ ہی رہے گا۔ اتنے میں ایک بھرپور نوجوان خاتون اندر داخل ہوئی۔ وہ میرے ساتھ درمیانہ روانگی سے انگریزی میں گفتگو کرنے لگی۔ بچوں کی بات آئی تو میں نے اسے بتایا کہ میری ایک بچی بھی ہے۔ اس نے ایک قہقہہ لگایا اور مجھے ٹھوکہ دیتے ہوئے کہا کہ تم مغربی لوگ بچوں سے بہت گھبراتے ہو۔ میری طرف دیکھو میں 15 بچوں کو جنم دینے کا ارادہ رکھتی ہوں۔'' جب تم لوگوں کی سپاہ ختم ہو جائے گی تو ہمارے پاس ان شہید ہونے والے مجاہدوں کی وافر تعداد موجود ہوگی۔ ہمارے بچے تو ہاتھ میں بندوق لے کر پیدا ہوتے ہیں۔ یہ لڑاکا مجاہد لڑتے لڑتے اپنی جان جان آفرین کے حوالے کر دیتے ہیں۔ یہ ہماری روزمرہ کی زندگی کا حصہ ہے۔ اگر مجھے بھی جنگ کرنا پڑی تو میں ضرور لڑوں گی۔'' اس نے اپنے قریب بیٹھی ہوئی ایک بوڑھی عورت کی طرف اشارہ کیا کہ یہ بھی میرے ساتھ ہوگی۔ اس خاتون نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا کہ اس کی عمر 100 سال سے زائد ہے اور اس نے پہلے بھی یہ سب کچھ دیکھ رکھا ہے۔ روس نے تو تجربہ کر لیا اب اگر امریکی فوجی (پیدل فوج) بھی یہاں آئے تو مجھے ان کی زندہ واپسی کی کوئی امید نہیں۔ امریکہ میں جو کچھ ہوا اس کا ہمیں افسوس ہے۔ لیکن ہم امریکہ سے ڈرتے نہیں ہیں۔ میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کر رہی تھی۔ جو بوجوہ مجھے چھوڑنی پڑی۔ اس عورت سے میں نے مختلف پہلوؤں پر باتیں کیں اور بہت سی معلومات حاصل کیں میں نے اس کی تصویر لینا چاہی۔ مگر اس نے منع کر دیا۔

جلدی ہی میرے سامنے شوربا' گوشت' چاول اور روٹی کا دسترخوان لگا دیا گیا۔ مگر میں ہاتھ اور انگلیاں شوربے میں نہیں بھگو سکتی تھی۔ اس لئے مکئی کے ایک بھٹے پر گزارہ کرنا پڑا۔ چونکہ میرا مقصد پورا ہو چکا تھا۔ اس لئے شام کو ہم واپس پاکستانی سرحد کی طرف چل دیئے۔ قریب پہنچ کر معلوم ہوا کہ پاکستان نے سرحد بند کر دی ہے۔ اس لئے ہمیں سرحد کے قریب ایک کمرہ میں رات گزارنی پڑی۔ اب چونکہ ہمیں غیر قانونی راستہ پر سفر کرنا تھا۔ جو اگرچہ گدھے پر 20 منٹ کا فاصلہ تھا۔ مگر دشوار گزار تھا۔ میں جب گدھے پر سوار ہونے لگی تو اس نے شوخی کی۔ گھبراہٹ میں میں نے گدھے کو انگریزی میں گالی دی۔ جو ارد گرد کے لوگوں نے سن لی۔ وہ حیرانگی سے میری طرف متوجہ ہوئے۔ گدھے کو قابو کرنے کے لئے میں ذرا آگے جھکی تو میرا کیمرہ میرے بازو سے اتر کر برقعہ میں سے ہوتا ہوا زمین پر گر گیا۔ جو لوگوں نے بڑی حیرانگی سے دیکھا۔

گونگی بہری عورت کے منہ سے انگریزی میں گالی اور کیمرے کے انکشاف سے طالبان کے لوگوں کے چہروں پر جو جذبات عیاں ہوئے وہ میں کبھی فراموش نہیں کر سکوں گی۔ طالبان کے جس محافظ نے وہ کیمرہ گرتے دیکھا تھا اس کی آنکھوں میں حیرت اور استعجاب ناقابل بیان تھا۔ میں نے سوچا کھیل ختم ہو گیا۔ میرا خیال تھا کہ وہ مجھے گدھے سے اترنے کا حکم دے گا مگر اس نے گھسیٹ کر مجھے گدھے سے اتار لیا اور کیمرہ بھی چھین لیا۔ فوراً ہی وہاں ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا۔ جو پرجوش نعرے لگا رہے تھے ''امریکی جاسوس' امریکی جاسوس۔ اسامہ زندہ باد'' فوراً ہی مجھے ایک کار میں

ٹھونس دیا گیا اور کار تیزی سے ایک طرف چل دی۔ میرے ساتھ بیٹھے ہوئے شخص نے برقعہ میرے سر سے کھینچ لیا۔ جس سے میرے تراشیدہ بال بکھر گئے۔ کار کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھے ایک شخص نے ایک پھریرا کھڑکی سے باہر نکال رکھا تھا جس پر اسامہ بن لادن کا نام لکھا تھا۔ اس لئے گاڑی تیزی سے بغیر کسی جگہ رکے کہیں جا رہی تھی۔ اچانک ایک جگہ کار رکی۔ مجھے کھینچ کر باہر نکالا گیا۔ وہاں بھی ایک ہجوم اکٹھا ہو گیا جو میری طرف نفرت بھری نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اور غصے سے چیخ رہے تھے۔ اتنے میں فرنٹ سیٹ والے پھریرا بردار نے سامنے سے آنے والی ایک گاڑی کو روکا۔ اس میں ایک خاتون بھی تھی۔ اس شخص نے میری طرف اشارہ کر کے اس سے کچھ کہا تو وہ گاڑی سے نکل کر میرے قریب آئی اور میری تلاشی لینے لگی۔ میں سمجھ گئی کہ یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ میں نے کوئی ہتھیار تو نہیں چھپا رکھا۔ مجھے کچھ اطمینان ہوا اور میں نے سامنے سے اپنا لباس کھول دیا۔ اس پر مرد دوسری طرف بھاگ نکلے۔ اور اس خاتون نے

برقع عورت کے لئے مصیبت نہیں بلکہ اسے تحفظ
اور اندرونی آزادی کا احساس دیتا ہے

میرے تھپڑ رسید کیا۔ تلاشی کے بعد ہماری کار دوبارہ روانہ ہو پڑی۔ اب ہمارے آگے آگے مسلح نوجوانوں کا ایک ٹرک بھی تھا۔ کل جس جگہ میں غیر محسوس (Un-Noticed) طور پر گھومی پھری تھی۔ آج ہر شخص مجھ پر نظریں جمائے تھا۔ تھوڑی دور جا کر ایک عمارت کے سامنے گاڑی رکی۔ مجھے اندر لے جا کر ایک کمرہ میں جہاں کچھ گدے اور تکیے پڑے تھے دھکیل دیا گیا اور کہا گیا کہ میں اس وقت جیل میں ہوں۔ اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو دروازہ پر دستک دوں۔ تھوڑی دیر بعد اس ''ہیڈ کوارٹر'' کے ڈائریکٹر نے مجھ سے ملاقات کی۔ میں نے اسے بتایا کہ میں ایک برطانوی صحافی ہوں۔ مگر اس نے میری باتوں کا اعتبار نہ کیا۔ کئی روز مختلف لوگ آتے رہے اور تفتیش کرتے رہے۔ سب ایک ہی سوال دہراتے تھے کہ میں کون ہوں؟ یہاں کیوں آئی ہوں؟ مگر کسی نے میری باتوں کا اعتبار نہ کیا۔ حیرانگی ہے کہ کسی نے بھی مجھ سے درشتی یا غصے سے بات نہیں کی۔ مجھے یقین نہیں آتا کہ اتنی ''اجڈ اور اکھڑ قوم'' میرے ساتھ اتنی نرمی کیوں برت رہی ہے۔ (بعد میں پتہ چلا کہ عورتوں کے ساتھ ان کا رویہ بالعموم نرم ہوتا ہے) شاید یہ لوگ اپنی مہربانی سے مجھے مارنا چاہتے ہیں۔ اب میں سوچتی ہوں کہ یہ نرم خو' خوش خصال' شریف' مہربان اور دوسروں کا خیال رکھنے والے جب لڑنے پہ آتے ہیں تو دنیا کے خوفناک ترین جنگجو ہوتے ہیں۔ میں نے کئی مرتبہ دوران تفتیش جھنجھلاتے ہوئے ان افسران سے غلط لہجہ بھی اختیار کیا مگر برف پوش پہاڑوں کے دامن میں یہ برف کی سلیں تھیں جن کے منہ سے نازیبا الفاظ یا غلط رویہ میں نے نہیں دیکھا۔ بلکہ میری بعض باتوں پر وہ اس قسم کی ہنسی مزاح کی کیفیت کا اظہار کرتے جو مغربی میڈیا کے مطابق طالبان سے منسوب نہیں کی جاتی۔ مجھے یہ جان کر کچھ اطمینان ہوا کہ مجھ سے پوچھ گچھ کرنے والوں میں خاصی حس مزاح موجود ہے۔ کئی دن کی تفتیش کے دوران کوئی ناخوشگوار واقع پیش نہیں آیا۔ ایک روز مجھے بتایا گیا کہ میں آج یا کل کسی وقت کابل سے بذریعہ طیارہ پاکستان بھیج دی جاؤں گی۔

اگلے روز میں کابل کے لئے روانہ ہوئی۔ روانگی سے قبل میں نے طالبان کے ایک افسر سے گزارش کی کہ برقعہ سے مجھے نجات دلائی جائے۔ اس نے ایک چادر مجھے اوڑھنے کے لئے دے دی۔ باہر نکلے تو میں نے دیکھا کہ وہاں قریباً 40 طالبان مسلح کھڑے تھے۔ مجھے ایک پک اپ کی فرنٹ سیٹ پر بٹھا گیا۔ جہاں دو طالبان بھی میرے ساتھ تھے۔ ہم کابل کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ قریباً 6 گھنٹوں کا سفر تھا۔ سفر کے دوران سڑک کی حالت اور اس کے اردگرد کے مناظر ایسے لگ رہے تھے جیسے میں چھٹی صدی میں سفر کر رہی ہوں۔ مگر میں آزادی پر خوش تھی راستہ میں یہ لوگ نماز وغیرہ کے لئے بھی رکتے رہے۔ بہرحال شام کو اچانک ایک گاؤں میں ایک عمارت کے سامنے گاڑی رکی۔ مگر وہ ایئر پورٹ نہیں تھا بلکہ یہ بھی کوئی جیل تھی۔ مجھے ایک کوٹھری میں داخل ہونے کو کہا گیا۔ مگر میں نے غصیلی آواز میں چلانا شروع کر دیا۔ طالبان کو دھوکے باز' جھوٹے' حرامی اور نہ جانے کیا کیا کہا۔ ان پر نفرت سے تھوکا بھی۔ نزدیکی کمرہ سے چند خواتین آ گئیں جو یورپی معلوم ہوتی تھیں اور انگریزی زبان میں مجھے خاموش کرانے لگیں۔ میں ان کے ساتھ ان کے کمرہ میں گئی۔ معلوم ہوا وہ امریکی' آسٹریلوی اور جرمن قیدی ہیں۔ وہاں میں نے نہا کر نیا لباس پہنا اور آئندہ کا انتظار کرنے لگی۔

رات کسی وقت میں دھماکوں کی آواز سے جاگ گئی۔ معلوم ہوا امریکہ نے بمباری شروع کر دی ہے۔ مگر طالبان نے دو حملہ آور جہازوں کو مار گرایا ہے۔ میں دل ہی دل میں اتحادی فوجوں کے لئے دعا کر رہی تھی اور کھڑکی سے جنگ کا نظارہ کرنے لگی۔ اس دوران مجھے پتہ چلا کہ TV پر میری بیٹی اور میری ماں کو روتے ہوئے طالبان سے درخواست کرتے دکھایا گیا ہے کہ مجھے رہا کر دیا جائے۔ مجھے جلدی ہی پاکستان بھیج دیا گیا۔ اس طرح کل 10 دن میں طالبان کی قید میں رہی۔ روانگی پر مجھے طالبان کے گورنر اور جیلر نے کچھ ملبوسات بطور تحفہ دیئے اور معذرت کی کہ ہم 22 سال سے جنگ کر رہے ہیں۔ کھنڈرات کے سوا ہمارے پاس ہے ہی کیا۔ طالبان کے سفیر نے اسلام آباد میں کہا کہ یہ عورت بہت اچھی ہے مگر اس کا منہ بہت گندا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ طالبان کے بارے میں میڈیا نے جو دنیا کو تاثر دیا اسی کے تحت میں ان سے نفرت کا اظہار کرتی رہی۔ کئی مواقع پر ان کو غلط الفاظ اور گالیوں سے نوازا۔ مگر ان کا سلوک بالعموم بہت شریفانہ مجھے عزت دینے والا اور عورت کی تکریم کرنے والا تھا۔ مغرب عورت کے بارے میں ایسے خیالات سے ہی عاری ہے جو میں نے افغانستان میں محسوس کئے۔ لندن میں ایک ٹیکسی ڈرائیور نے مجھے پوچھا کہ افغانستان میں قید کے دوران اندازاً کتنے مرد تم سے لطف اندوز ہوئے۔ میں سوچنے لگی مغرب میں مرد کے سر پر عورت کے بارے میں ایک ہی جنون سوار ہے! اور زیر لب بڑبڑائی ''خوشا! مغربی تہذیب''۔ لیکن قصور صرف مرد ہی کا نہیں۔ مغربی عورت بھی اس میں برابر کی قصوروار ہے۔ اسے بھی تو اپنی عزت کا ذرہ بھر پاس نہیں۔ میں محسوس کرتی ہوں کہ برقع عورت کے لئے مصیبت نہیں ہے بلکہ

مغرب عورت کے بارے میں ایسے خیالات سے
عاری ہے جو میں نے افغانستان میں محسوس کئے

ایک تحفظ اور اندرونی آزادی کا احساس دیتا ہے۔ جس کی عملی اور روحانی وجوہات ہیں۔ طالبان نے میرے اندر کی فطری عورت کو جگا دیا ہے۔ میں نے اسلام کی تعلیم حاصل کرنا شروع کر دی ہے۔ افغانستان پر امریکی بمباری سے مجھے نفرت ہونے لگی ہے۔ ہزاروں بے گناہ عورتوں اور بچوں کو راکھ بنا دیا ہے۔ کیوں؟ کس لئے؟

میرا خیال ہے برطانیہ کو امریکہ کا اتحادی بن کر کسی جنگ میں حصہ نہیں لینا چاہئے۔ میری قید کے دوران ایک افغان نے مجھے بتایا کہ تم ایک جرمن پر اعتبار کر سکتے ہو۔ کیونکہ وہ تمہاری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہے گا کہ وہ تمہیں اچھا نہیں سمجھتا۔ لیکن ایک برطانوی محبت ظاہر کرتے ہوئے سامنے سے تمہارے ساتھ بغل گیر ہو گا مگر پیچھے سے تمہاری پیٹھ میں چھرا گھونپ دے گا۔ میں سمجھتی ہوں یہ بہت حد تک صحیح ہے۔ کیونکہ اس کی عملی مثالیں اس وقت تمام دنیا میں بکھری پڑی ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ امریکہ کو بھی 11 ستمبر کے واقعہ پر سوچنا چاہئے تھا کہ لوگ ہم سے نفرت کیوں کرتے ہیں۔ جب اسے اس کی جزئیات کا جواب مل جاتا تو مل بیٹھ کر اس کا حل تلاش کرنا چاہئے تھا نہ کہ مزید نفرت کے اسباب پیدا کرتا۔ میری قید کے بارے میں مغربی پریس نے میرے متعلق اتنا کیچڑ اچھالا کہ مجھے ایک کتاب ''طالبان کی قید میں'' لکھ کر اس کا جواب دینا پڑا۔

جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

اس نے سندھ کے ایک چھوٹے سے شہر گولارچی میں اپنی زندگی کی 75 بہاریں دیکھی تھیں اب وہ کافی بوڑھا ہو چکا تھا بال اور داڑھی سفید ہو چکی تھے اور اوپر سے شوگر کے مرض نے رہی سہی کسر نکال دی تھی۔ چلنے کی سکت بھی نہیں رہی تھی ہمیشہ ایک ہاتھ کمر پر اور دوسرے ہاتھ میں لاٹھی لے کر چلتا تھا...... بزرگ اور کمزور ہو جانے کے باوجود اس کے دل میں جذبہ جہاد بالکل اسی طرح موجود تھا جس طرح جوانی میں تھا اب بھی وہ کفار کے بارے میں باتیں کرتا ہوا لال پیلا ہو جاتا تھا۔ کشمیر' فلسطین' افغانستان وغیرہ میں مسلمانوں پر ہونے والے ظلم کا تذکرہ کرتے ہوئے وہ کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرح لگتا تھا۔ بوڑھا اور کمزور ہونے کے باوجود ایسا لگتا تھا کہ اگر کوئی امریکی' ہندو یا یہودی فوجی سامنے ہو تو وہ اس کو اٹھنے بھی نہ دے گا..... وہ اپنی جوانی کے دن یاد کرتے ہوئے اکثر کہتا تھا کہ کاش میں جوانی میں اللہ کے دین کے لئے لڑنے کے لئے نکل گیا ہوتا تو آج ضرور میں اللہ کی جنتوں کا مہمان بن چکا ہوتا۔ وہ ہمیشہ کہتا تھا کہ میں نے ہمیشہ اللہ کے دین کے لئے کام کیا ہے۔ اللہ نے اب تک مجھے شہادت کی موت نہیں دی مگر میرا یہ ایمان ہے کہ اللہ مجھے میرے گھر میں موت نہیں دے گا بلکہ اپنے راہ میں کہیں مجھے شہادت دے گا۔ 75 سالہ بابا کا یہ جذبہ دیکھ کر کہ ہر کسی کے دل میں جذبہ جہاد بھر جاتا۔ کتنے ہی نوجوان صرف بابا کا جذبہ دیکھ کر جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوئے تھے..... اس کے جہادی جذبے اور اچھے اخلاق کی وجہ سے پورا علاقہ اس کا مداح تھا۔ چھوٹے بڑے سب اس کی عزت کرتے تھے۔ علاقے میں اس کی سب سے بڑی شناخت جذبہ جہاد اور جذبہ شہادت تھی۔ لوگ ایک دوسرے کو ان کے جذبے کے بارے میں بتاتے تھے اور اسی جذبے کی وجہ سے وہ مقامی پولیس کی آنکھ میں تھے۔

حکومت پاکستان نے ملک بھر میں جہادیوں کے خلاف کریک ڈاؤن کا اعلان کیا تو سندھ میں سب سے پہلے دو مجاہد گرفتار ہوئے جن میں ایک تو ضلع دادو کے شہر میہڑ کا محمد انور تھا اور دوسرا یہ 75 سالہ بابا مجاہد حاجی محمد اشرف تھے..... حاجی محمد اشرف کی گرفتاری کا سن کر پورا علاقہ سکتے میں آ گیا لوگ حیران اور غمگین ہو گئے کسی کو یہ سمجھ میں نہ آیا کہ آخر بابا حاجی محمد اشرف کو کیوں گرفتار کیا گیا ہے وہ تو سب کی آنکھ کا تارا تھا..... سب اس سے محبت کرتے تھے وہ ہر کسی کے دکھ درد کو اپنا درد سمجھتا تھا مگر پھر بھی اس کو گرفتار کیوں کیا گیا؟ یہ بات کسی کی سمجھ میں نہیں آئی۔ علاقے کے معززین نے جب یہ سوال گرفتار کرنے والے ایس ایچ او سے کیا تو انہوں نے بتایا کہ بابا حاجی محمد اشرف کو مجاہدین سے محبت کرنے کے الزام میں گرفتار کیا گیا ہے یہ ''جرم'' کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ معززین نے کہا کہ اگر وہ مجاہدین سے محبت کرنے کی وجہ سے بند کئے گئے ہیں تو ہم ان سے محبت کرتے ہیں' وہ مجاہدین کے شیدائی ہیں اور ہم ان کے شیدائی ہیں تم ہمیں بھی گرفتار کر دو۔ اس سارے شہر کو گرفتار کر دو ہم سب مجاہدین سے محبت کرتے ہیں۔ مگر پولیس افسر میٹنگ کا بہانہ بنا کر اٹھ چکا تھا۔ گولارچی پولیس بابا جی سے دو تین دن ''تفتیش'' کرتی

یونس ملکانی

رہی اور پھر اس کو مزید تفتیش کے لئے سنٹرل جیل حیدر آباد بھیج دیا بابا حاجی محمد اشرف کو ایک الگ بیرک میں رکھا گیا ان سے کسی کو ملاقات کی اجازت نہیں تھی۔ جب رات ہوتی تو بابا سردی سے کانپنے لگتے (یہ دسمبر کی راتیں تھیں) مگر بے رحم پولیس والوں نے اس ''مجرم'' کو کوئی چادر تک نہ دی..... بابا جی شوگر کے مریض تھے اس لئے وہ شدید سردی کے علاوہ شوگر کی تکلیف سے بھی دوچار تھے ظالموں نے ان تک دوائی کی رسائی بھی مشکل بنا دی۔ تقریباً ایک ہفتے کے بعد ان کے پاس کمبل اور ادویات پہنچیں مگر تب تک بابا کمزور جسم میں کوئی سکت باقی نہیں رہی تھی۔ جیل میں بابا جی سے ملاقات کرنے آنے والے ایک بھائی نے بتایا کہ بابا جی خطرناک حد تک کمزور اور بیمار تھے مگر ان کے ایمانی جذبے میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی تھی۔ بیمار ہونے کے باوجود ان کی مجاہدانہ سوچ میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ بابا جی کو جب ''تفتیش'' کے لئے تفتیشی افسر کے سامنے لایا گیا تو افسر نے بابا جی کی حالت دیکھ کر کہا کہ بابا جی آپ اس عمر میں یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں کیوں مجاہدین کی حمایت ترک نہیں کرتے تو بابا جی نے بڑے آرام سے جواب دیا کہ یہی تکلیفیں مجھے اللہ کی جنتوں میں لے جائیں گی۔ جنت انہی تکلیفوں کے بعد ملتی ہے۔ دوران قید بابا جی کو خطرناک قیدیوں کی طرح بالکل الگ رکھا گیا۔ ان سے ملاقات بالکل بند کی گئی جس سے ان کی صحت بگڑتی رہی۔ شوگر کے ساتھ ان کو ہیپاٹائٹس سی ہو گیا۔

جب صحت حد سے زیادہ بگڑ گئی تو ہاتھوں میں ہتھکڑیاں اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر اس 75 سالہ مجاہد کو اسپتال میں داخل کیا گیا۔ خطرناک مجرموں کی طرح ان کے پاس مسلح گارڈ تعینات کئے گئے۔ بستر مرگ پر ہونے کے باوجود بابا کا حوصلہ اور جذبہ ذرا بھی کم نہ ہوا۔ ہر آنے والا ان کا حوصلہ دیکھ کر ششدر رہ جاتا۔ ہر آنے والے کو جہاد کی دعوت دیتے۔ یہ صورتحال دیکھ کر مقامی انتظامیہ نے ''اوپر'' رپورٹ بھیجی کی بابا بستر مرگ پر بھی جہاد کی دعوت اور دین کی تبلیغ سے باز نہیں آ رہے۔ ان کو واپس جیل بھیجا جائے یہ آرڈر بھی آ گیا مگر ڈاکٹروں نے بابا کی خراب حالت دیکھ کر ان کو جیل منتقل کرنے سے انکار کر دیا۔ بابا جی کو اسپتال میں کئی مرتبہ منع کیا گیا کہ وہ دین کی تبلیغ سے باز آ جائیں مگر بابا کا ہر بار یہی جواب ہوتا تھا کہ تم لوگوں نے میرے ہاتھوں میں تو ہتھکڑیاں ڈال دیں ہیں' پیروں میں بھی بیڑیاں ڈال دیں ہیں مگر خدا کی قسم تم لوگ میرے دل و دماغ کو کنٹرول نہیں کر سکتے۔ تم چاہے کچھ بھی کرو میں یہ کام جاری رکھوں گا۔ سرکاری اسپتال کے جنرل وارڈ میں بابا حاجی محمد اشرف کی صحت روز بروز بگڑ رہی تھی۔ ان کو ایک اچھے اسپتال کی ضرورت تھی مکمل نگہداشت کی ضرورت تھی مگر ہر بار قانون آڑے آتا رہا۔ بابا جی کی حالت خطرناک حد تک خراب ہو چکی تھی ڈاکٹروں نے بھی لاعلاج ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا۔ یہ صورت حال دیکھ کر حکومت نے انہیں رہا کرنے کا حکم دے دیا۔ اس وقت بابا حاجی محمد اشرف کے بچنے کے امکان بہت ہی کم تھے۔ جب ان کو ان کی رہائی کی خبر سنائی گئی تو خبر سننے کے صرف چند لمحے بعد وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس ظالم سماج کی قانون سے آزاد ہو گئے۔ ابھی ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑیاں اور پاؤں سے بیڑیاں بھی نہیں اتاری گئی تھیں کہ وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

زندگی جبر مسلسل کی طرح کاٹی ہے
جانے کس جرم کی پائی ہے سزا یاد نہیں

بابا حاجی محمد اشرف کی یہ دلی آرزو تھی کہ اللہ ان کو اپنے گھر میں موت نہ دے بلکہ اپنے دین کی خدمت کرتے ہوئے شہادت کی موت نصیب کرے اللہ نے ان کی دعا سن لی اور 75 سال کی عمر میں بھی ان سے اپنے دین کا کام لے کر شہادت کی موت عطا فرمائی۔ 70 سالہ اس ''دہشت گرد'' کا جرم صرف یہ تھا کہ وہ مجاہدین سے محبت اور کفار سے نفرت کرتا تھا۔ وہ کشمیر میں ہونے والے مظالم کے خلاف آواز بلند کرتا تھا۔ اس کو افغانستان میں بے گناہ مسلمانوں کی شہادت تڑپاتی تھی۔ صرف اس جرم میں وہ

(باقی صفحہ 8 پر)

اشاعت اسلام سوسائٹی کے زیر اہتمام

''اسلامی ریاست کی معیشت اور سودی نظام'' کے عنوان پر سیمینار

جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ غالباً جسٹس اجمل میاں صدیقی صاحب کا فرمودہ ہے جو جسٹس سجاد علی شاہ کی ان کی Judicial Activism کے نتیجے میں چیف جسٹس کے عہدے سے معزولی کے بعد ان کے چیف جسٹس بنائے جانے کے بعد فرمایا تھا۔ ''جج صرف اپنے فیصلوں میں بولتے ہیں۔'' لیکن آج کل جسٹس وجیہ الدین احمد صاحب نے ثابت کر دیا ہے کہ ''وہ بھی منہ میں زبان رکھتے ہیں۔'' لہٰذا ریٹائرمنٹ کے بعد انہوں نے بولنا شروع کر دیا ہے کیونکہ اب فیصلوں میں بولنے کا ان کے لئے موقع نہیں رہا۔ پچھلی مرتبہ میں نے اپنی رپورٹ میں جو کچھ انہوں نے جماعت اسلامی کے تحت ہونے والے سیمینار میں فرمایا تھا' ان باتوں کے دوبارہ تذکرہ سے بچنے کے لئے' اشاعت اسلام سوسائٹی کے تحت ہونے والے سیمینار کی صرف ان کی دیگر باتوں کا تذکرہ کروں گا۔ یہ سیمینار 14 جولائی کو ریجنٹ پلازہ جو کبھی تاج محل ہوٹل ہوا کرتا تھا' میں منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں امیر محترم کو بھی مدعو کیا گیا تھا لیکن امیر محترم کی پہلے سے طے شدہ مصروفیات کی بناء پر ہم نے معذرت کر لی تھی اور اپنے اس پمفلٹ کے دس نسخے مقررین میں تقسیم کے لئے بھجوا دیئے تھے جو ہم نے ''سود' حرمت' خباثتیں اور اشکالات'' کے عنوان سے مرتب کیا ہے تاکہ لا یدرک کلہ لا یترک کلہ کے مصداق اس سیمینار میں ہماری بھی کسی نہ کسی درجے میں شرکت ہو جائے۔ لیکن بعد ازاں سوسائٹی کے اصرار پر (انہوں نے براہ راست امیر محترم سے فون پر شرکت کیلئے اصرار کیا تھا) امیر محترم نے محترم عاطف وحید صاحب کو نمائندگی سونپ دی۔

جسٹس وجیہ الدین احمد صاحب کے خطاب کا خلاصہ یہ تھا کہ پی سی او کے تحت حلف اٹھانا آئین سے غداری ہے۔ آئی ایم ایف جیسا ادارہ بلا سود بینکاری کو قابل عمل سمجھتا ہے۔ لیکن حکومت اپنے مقاصد کے حصول کے لئے ججوں کو استعمال کر کے اپنی مرضی کے فیصلے لکھوا رہی ہے۔ 1948ء میں قائد اعظم نے ایبٹ آباد میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ اگر قوم چاہے تو پاکستان میں بلا سودی نظام نافذ ہو سکتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن میں ربوٰ کی کوئی تعریف نہیں ہے جبکہ ایسا کرنا غلط ہے جبکہ ایک سے زائد بار کہا گیا ہے کہ یہ حرام ہے۔ پاکستان کی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ ہم نے اپنے ججوں کے عیوب کی پردہ پوشی کی اس کی وجہ سے ان کی عادتیں بگڑ گئی ہیں۔ عدلیہ بروقت احتساب کے بغیر شفاف اور اچھی نہیں ہو سکتی ہے۔ اس سلسلے میں صحافت بڑا کردار ادا کر سکتی ہے۔ اگر کسی ملک کو سدھارنا ہو تو سب سے پہلے عدلیہ کو درست کرنا ہوگا۔ شرعی عدالتوں میں ایسے لوگ ہونے چاہئیں جو اسلام سے متعلق کچھ جانتے ہوں۔ موجودہ جج صاحبان صرف حکومت کے مفادات کی نگرانی کرتے ہیں انصاف نہیں۔ جب تک اس ملک میں عدلیہ مشرف بہ اسلام نہیں ہوگی تب تک کوئی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ سود اور ربوٰ کا نظام چلتا ہی رہے گا۔ سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے رویت ہلال کمیٹی پاکستان کے سربراہ و ممتاز اسکالر مفتی منیب الرحمٰن نے کہا کہ جب تک ہمارے پورے نظام کو تبدیل نہیں کیا جائے گا تب تک کامیابی حاصل نہیں ہوگی۔ اس موقع پر جسٹس شفیع محمدی اور ڈاکٹر جاوید اکبر انصاری صاحبان نے بھی خطاب کیا۔

عاطف وحید صاحب نے کہا کہ پاکستان میں انسداد سود کی کاوشوں کی ایک طویل تاریخ ہے۔ جس کا آغاز 1948ء میں قائد اعظم کے خطاب بموقع افتتاح اسٹیٹ بینک آف پاکستان سے ہوا۔ اس خطاب میں جناب قائد موصوف نے نہایت واضح انداز میں اسلامی نظام معیشت کی ضرورت اور اہمیت پر زور دیا۔ بعد ازاں' عاطف وحید صاحب نے اس کے بعد کی تاریخ کا خلاصہ بیان کیا اور یہ بات واضح کی کہ بینک انٹرسٹ کے ربوٰ ہونے پر فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کے فیصلے سے قبل امت میں اتفاق پایا جاتا تھا۔ عدالت کے اس فیصلے سے اس اجماع کی توثیق ہوگئی۔ سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلے سے قبل بھی بینک انٹرسٹ حرام تھا اور اب بھی حرام ہے۔ امت نے 1999ء کے فیصلے کی توثیق کی تھی اور 2002ء کے فیصلے کو رد کر دیا ہے۔ اس کے بعد عاطف وحید صاحب نے اسلامی نظام معیشت میں انسداد سود کے لئے متبادل اساسات واضح کیں جن میں انفاق مال' صدقہ' خیرات' زکوٰۃ' قرض حسن اور بیع وشراء (تجارت) شامل ہیں۔ آخر میں انہوں نے عملی اقدام کے سلسلے میں جو امکانات میسر ہیں ان میں آخری اور واحد نہی عن المنکر کی بنیاد پر ایک زوردار عوامی تحریک کی طرف توجہ دلائی اور ترغیب و ترہیب کی کوشش کی۔

راقم کا خیال یہ ہے کہ ایک زوردار عوامی تحریک کے علاوہ فی الحال کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی اور یہ تحریک ملک کی دینی جماعتیں ہی متحد ہو کر چلا سکتی ہیں لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ فی الحال وہ انتخابات کی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ شائد اپنی اس مصروفیت سے فراغت کے بعد وہ اس جانب توجہ کریں۔ شدید اندیشہ یہ ہے کہ اس وقت تک یہ معاملہ سرد خانے کی نظر ہو چکا ہوگا اور عوام جنہیں اس وقت بھی اس مسئلہ سے کوئی خاص دلچسپی نظر نہیں آتی' کے جذبات اس وقت تک بالکل ٹھنڈے پڑ چکے ہوں گے۔ تاہم ہمیں تو اپنی کوششیں جاری رکھنی ہیں اور اس کی بہترین صورت یہ ہے کہ اس دوران رائے عامہ کو بیدار کیا جائے۔ ''سود۔ حرمت' خباثتیں اور اشکالات'' کے عنوان پر ہماری جانب سے شائع کیا گیا پمفلٹ اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے اور قارئین کو یہ جان کر خوشگوار حیرت ہوگی کہ اشاعت اسلام سوسائٹی نے اس پمفلٹ کے مزید نسخے طبع کر کے سیمینار کے شرکاء میں تقسیم کرنے کا اہتمام کیا البتہ ان کے طبع شدہ پمفلٹ میں ہماری انجمن کا نام حذف کر دیا گیا تھا اور اس کی جگہ اپنی سوسائٹی کا نام طبع کر دیا تھا۔

(رپورٹ: محمد سمیع' کراچی)

بقیہ: نقطہ نظر

گے تو ان ظالموں کی طرح تم بھی عذاب کی آگ کا مزہ چکھو گے۔'' فتمسکم النار'' میں کلمہ ''ف'' نتیجے کے لئے استعمال ہوا ہے' کہ اگر تم صاحبان اقتدار کا قرب تلاش کرو گے اور ان کی تعظیم وتکریم کرو گے جو اللہ اور رسول کے حکم اور اس کی مقررہ کردہ حدود سے تجاوز کر چکے ہیں' اور جنہوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے' تو نتیجے کے طور پر یقیناً تم لوگوں کو بھی آگ اپنی لپیٹ میں لے لے گی۔ اور یہ نتیجہ کسی کے ذہن کی اختراع نہیں ہے' بلکہ اللہ رب العزت کی طرف سے ایک اعلان ہے۔

اس سے پہلی آیت میں ''لا تطغوا'' فرما کر حد سے نکلنے کو منع کیا گیا تھا۔ اب یہ حکم ہوتا ہے کہ جو لوگ ظالم یعنی حد سے نکل جانے والے ہیں' ان کی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہونا چاہئے۔ ان کی دوستی' مصاحبت' تعظیم وتکریم' تعریف وتوصیف' ظاہری تشبہ' اشتراک عمل' غرض ہر بات سے حتی المقدور احتراز کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ آگ کی لپٹ تم کو نہ لگ جائے' یعنی جس طرح وہ ظالم صاحبان اقتدار آگ کا ایندھن بننے والے ہیں' ان کی طرح تم کو بھی اس آگ کا مزہ نہ چکھنا پڑے۔ پھر خدا کے سوا تم کو کوئی مددگار نہ ملے گا' اور نہ خدا کی طرف سے تمہیں کوئی مدد پہنچے گی۔ (اعاذنا اللہ من ذالک)

یہ قرآنی آیت ہمیں تنبیہ کرتی ہے کہ ہم دنیاوی دولت اور ظاہری شان وشوکت کے حصول کی خاطر ان ظالم صاحبان اقتدار کے قریب بھی نہ جائیں' کجا کہ ان کے ساتھ تعاون کریں۔ اور ظلم میں بلاواسطہ یا بالواسطہ ان کے ساتھی اور شریک کار بن جائیں۔ خاص کر علمائے حق کو اس ضمن میں خصوصی توجہ دینا لازم ہے' کیونکہ ان کی دیکھا دیکھی عام لوگ اس ظالم صاحب اقتدار کو اچھا سمجھنے لگتے ہیں۔ الا ماشاءاللہ

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظام خلافت کا قیام

ختم نبوت اور تکمیل رسالتؐ کے تقاضے کے موضوع پر مرید کے میں جلسۂ عام

تنظیم اسلامی حلقہ لاہور کے خصوصی اجتماع کے بعد امیر حلقہ مرزا ایوب بیگ صاحب نے رفقاء کے ساتھ مشورے کے بعد یہ طے کیا کہ آئندہ ہر ماہ حلقہ لاہور کی تنظیم کے تحت خصوصی دعوتی اجتماعات منعقد کئے جائیں گے جس میں امیر محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب بھی شرکت فرمایا کریں گے۔ چنانچہ اس سلسلے کا پہلا جلسۂ عام ہفتہ 20 جولائی بعد نماز مغرب ظفر شادی ہال مرید کے میں منعقد ہوا جس کا موضوع امیر محترم کی خواہش پر "ختم نبوت اور تکمیل رسالت کے تقاضے" طے کیا گیا۔ تنظیم اسلامی کی روایت کے مطابق ٹھیک وقت پر جلسہ عام کا آغاز ہوا۔ سٹیج سیکریٹری جناب نعیم اختر عدنان صاحب نے قاری محمد الیاس صاحب کو تلاوت کلام پاک کے لئے سٹیج پر مدعو کیا۔ تلاوت قرآن کے بعد مقامی شاعر سید سلیمان گیلانی صاحب نے ہدیہ نعت رسولؐ مقبول پیش کیا۔ امیر محترم نے دوران خطاب نعت کے اشعار پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ عام طور پر شعراء بہت زیادہ مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہیں جبکہ نعت کے یہ اشعار انتہائی عمدہ اور حرف بہ حرف درست تھے۔ امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے تلاوت آیات و احادیث کے بعد ختم نبوت اور تکمیل رسالت کا مفہوم واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدم علیہ السلام سے شروع ہوا تھا حضور نبی کریم ﷺ پر آ کر ختم ہوا یہ سلسلہ نہ صرف ختم ہوا بلکہ آپؐ پر نبوت و رسالت کی تکمیل بھی کر دی گئی۔ اور عقیدہ ختم نبوت ہر مسلمان کے ایمان کا جزو لاینفک ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو نازل فرما کر آسمانی ہدایت کو مکمل کیا اور نبی کریم ﷺ نے اللہ کے دین کو سرزمین عرب پر بالفعل قائم و نافذ کر کے دکھایا۔ آپ کی بعثت چونکہ پوری نوع انسانی کی طرف ہے لہٰذا جب تک پوری دنیا میں اللہ کے دین کا غلبہ نہیں ہو جاتا بعثت محمدیؐ کا تقاضا پورا نہیں ہو گا۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ پارلیمنٹ نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا جو بلاشبہ بہت بڑا کارنامہ ہے لیکن جب تک مرتد کی سزا قتل کا قانون نہیں بنتا پاکستان سے فتنہ قادیانیت ختم نہیں ہو سکتا۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان کے حالات بہت دگرگوں ہیں۔ ہم اپنی خودمختاری امریکہ کے ہاں گروی رکھ چکے ہیں۔ FBI اور موساد ہمارے ہوائی اڈوں پر قبضہ جمائے بیٹھے ہیں۔ ہمارا ازلی دشمن بھارت ہمیں مسلسل دھمکیاں دے رہا ہے۔ لیکن جب تک سانس تب تک آس کے مصداق ہم مایوس نہیں ہیں اور لوگوں کو دعوت عمل دے رہے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے تاریخ پاکستان پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ قیام پاکستان سے قبل ہم نے اللہ سے دعائیں کیں کہ اے اللہ ہمیں انگریز اور ہندو کی دوہری غلامی سے نجات دے ہم تیرے نبی کا دین نافذ کریں گے۔ اللہ نے معجزانہ طور پر ہمیں پاکستان عطا فرمایا مگر افسوس کہ ہم نے 55 سال گزرنے کے باوجود اسلام کا نفاذ نہیں کیا۔ 25 سال گزرنے کے بعد اللہ نے ہمیں وارننگ دی جب آدھا پاکستان ہم سے جدا ہوا اور ہمیں ہندو سے بدترین شکست ہوئی لیکن اب تک ہم نے سبق حاصل نہیں کیا۔ ڈاکٹر اسرار احمد نے کہا حضور ﷺ سے دعویٰ محبت کرنے والے سر پر کفن باندھ کر میدان عمل میں نکلیں پہلے مرحلے میں خود اپنی ذات اور اپنے گھر میں اسلام نافذ کریں۔ پھر مل جل کر ایک طاقت بنیں اور ایک امیر کے ہاتھ پر بیعت کر کے جماعت بنائیں ایسی جماعت جو سمع و طاعت کی خوگر ہو۔ اسی دعوت حق کو لوگوں تک پہنچائیں۔ جب طاقت کافی ہو جائے پھر باطل نظام سے ٹکرائیں اور پاکستان میں اللہ کا دین قائم کر دیں۔ انہوں نے کہا کہ انقلاب الیکشن سے نہیں بلکہ جانیں قربان کرنے سے آتا ہے۔ ہماری دینی جماعتوں نے الیکشن کی سیاست اختیار کر کے بہت بڑی غلطی کی۔ انہوں نے اسلام کے نفاذ کے لئے الیکشن کو شارٹ کٹ تصور کیا جو اب لانگ کٹ بن چکا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ وہ دن

پریس کلب مرید کے میں امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد کی پریس کانفرنس

20 جولائی بروز ہفتہ 7:30 بجے شام امیر تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے پریس کلب مرید کے میں اخبارات کے صحافیوں، نامہ نگاروں اور نیوز ایجنسیوں کے نمائندگان سے خصوصی ملاقات کی جس میں امیر تنظیم نے تنظیم اسلامی کی فکر اور طریقہ کار پر مختصراً روشنی ڈالی بعد ازاں صحافیوں کے سوالوں کے جوابات دیئے جو حسب ذیل ہیں:

سوال: دینی مدارس کے بارے میں حکومت نے جو آرڈیننس جاری کیا ہے اس کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: اس آرڈیننس کا پہلا قدم مثبت ہے۔ جبکہ دینی جماعتیں اس آرڈیننس کے اجراء پر ناراض ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں امریکی دباؤ کے تحت اسلام سے دور کرنے کے پروگراموں پر عمل ہو رہا ہے۔ اور وہ دینی مدارس کو شکنجے میں کسنا چاہتے ہیں۔ کبھی جہاد پر پابندیاں لگائی جا رہی ہیں اور کبھی القاعدہ کی آڑ میں ہمارے دینی مدارس پر چھاپے مارے جا رہے ہیں۔

سوال: حکومت کی خارجہ پالیسی کیسی ہے؟

جواب: جنرل مشرف امریکی ایجنڈے پر کام کر رہے ہیں۔ ہماری حاکمیت امریکہ کے پاس گروی رکھی جا چکی ہے اور پاکستان امریکہ کی ذیلی ریاست بن کر رہ گیا ہے۔ میں نے 16 ستمبر 2001ء کو جنرل مشرف کے ساتھ ملاقات میں کہا تھا کہ اگر طالبان اور افغانستان کے خلاف امریکہ کا ساتھ دیا تو یہ اسلام کے خلاف سازش اور بغاوت تسلیم کی جائے گی۔ لیکن مشرف حکومت کی غلط حکمت عملی کی وجہ سے امریکہ نے حملہ افغانستان پر کیا ہے جبکہ قبضہ پاکستان پر۔ ہمارے ہوائی اڈوں پر FBI اور موساد کے ایجنٹ موجود ہیں جن کی وجہ سے ہماری ایٹمی تنصیبات خطرے میں ہیں۔

سوال: اسامہ بن لادن اور ملا عمر اسلام کے مجاہد ہیں۔ کیا یہ تصور صحیح ہے؟

جواب: ملا عمر اور اسامہ بن لادن دو علیحدہ شخصیات ہیں۔ ملا عمر خالص مسلمان اور اس کا کردار بالکل صحیح تھا جب کہ اسامہ بن لادن کا معاملہ مختلف ہے ان کے مختلف کردار رہے ہیں جن کے متعلق میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ دونوں شخصیات کو بریکٹ کرنا درست نہیں ہے۔

سوال: مجوزہ الیکشن کے بارے میں آپ کی رائے؟

جواب: الیکشن ہونے چاہئیں بلکہ جنرل مشرف کو بھی عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آنا چاہئے نہ کہ ریفرنڈم کے ذریعے جو کہ سراسر فراڈ تھا۔

سوال: موجودہ حکومت نے جہادی تحریکوں کو دبایا ہے اس کے کیا اثرات ہوں گے؟

جواب: موجودہ حکومت نے جہادی تنظیموں پر جو پابندیاں لگائی ہیں اس کا ردعمل توقع سے بہت کم ہوا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ موجودہ حکومت کے اقدامات کی وجہ سے کشمیر کاز کو بہت نقصان پہنچا ہے۔ انہیں اقدامات کی وجہ سے ہندو کی جرأت بڑھی ہے اور وہ بھارت میں مقیم مسلمانوں پر ظلم کے پہاڑ توڑ رہا ہے۔

سوال: موجودہ حالات میں آپ کی تحریک چلنے کا امکان ہے؟

جواب: موجودہ حالات کی وجہ سے تحریک چلنے کی راہیں ہموار ہو رہی ہیں۔ نظام مصطفیٰ اور مذہبی نعرے لگنا شروع ہو گئے ہیں۔ ہماری تنظیم ابھی چھوٹی ہے ہاں البتہ جماعت اسلامی اور جے یو آئی اگر تحریک چلانا چاہیں تو چلا سکتی ہیں۔ لیکن ان کا رخ الیکشن کی طرف ہے۔

سوال: حکومت کے حالیہ اقدامات کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

جواب: حکومت اسلام کے خلاف کام کر رہی ہے اور ملک کو سیکولرازم کی طرف لے کر جا رہی ہے۔ یہود و ہنود کو جتنا خطرہ پاکستان سے محسوس ہوتا ہے اتنا پورے عالم اسلام سے نہیں ہوتا لہٰذا وہ ہماری چادر اور چاردیواری کا سلسلہ ختم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ملک میں خواتین کی سیٹیں مخصوص کی جا رہی ہیں۔

نماز مغرب کا وقت قریب تھا لہٰذا پروگرام کو مختصر کرنا پڑا صحافی حضرات کو آخر میں پرتکلف چائے پیش کی گئی۔

(مرتب: وسیم احمد)

دور نہیں جب اسلام پوری دنیا میں بالفعل قائم ہو گا اور گریٹر اسرائیل کا خواب دیکھنے والے یہ سن لیں کہ اسی جگہ ان کا گریٹر قبرستان بنے گا۔

امیر محترم کے خطاب سے قبل امیر تنظیم اسلامی لاہور مرزا ایوب بیگ صاحب نے جلسہ عام سے مختصر خطاب کیا جس میں انہوں نے تنظیم اسلامی کی بنیادی فکر اور طریقہ کار سے شرکاء جلسہ کو آگاہ کیا۔ جلسۂ عام رات گئے تک جاری رہا جس میں مرید کے کی نامور شخصیات' اخبارات کے صحافیوں سمیت 500 کے لگ بھگ خواتین و حضرات نے شرکت کی۔ اس جلسہ کے انعقاد کے لئے نو منتخب شوریٰ تنظیم اسلامی کے رکن جناب نعیم اختر عدنان صاحب کا خصوصی تعاون ہمیں حاصل رہا جن کے بارے میں ان کے مقامی امیر صاحب نے چند دن قبل ایک تنظیمی اجتماع میں فرمایا تھا کہ ہماری تنظیم کے کاموں کا 60% اکیلے نعیم اختر عدنان صاحب اور بقیہ 40% ہم سب کرتے ہیں جو اس وقت مبالغہ آرائی تصور کیا گیا لیکن جلسہ کے انعقاد کے لئے نعیم صاحب کی شب و روز کی محنت نے یہ ثابت کیا کہ ان کے امیر صاحب کا تاثر مبالغہ آرائی نہیں حقیقت تھی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ جلسہ سے قبل محترم اشرف وصی صاحب کی قیادت میں سہ روزہ مرید کے شہر میں لگایا گیا تا کہ جلسۂ عام کی بھرپور تشہیر کی جا سکے۔ لہٰذا 8000 ہینڈ بل 12 بینرز اور اخباری اشتہار کے علاوہ شہر کی مساجد میں اعلانات اور ذاتی رابطے کے ذریعے احسن انداز میں جلسہ عام کی تشہیر کی گئی۔ 21 جولائی جلسہ سے اگلے دن اختر ماڈل سکول مرید کے میں تنظیم اسلامی کی فکر اور طریقہ کار کے حوالے سے افہام و تفہیم کی نشست کا بھی اہتمام کیا گیا تھا جس میں امیر حلقہ لاہور مرزا ایوب بیگ صاحب نے خصوصی طور پر شرکت کی اس موقع پر مرید کے کی نامور شخصیات' اخبارات کے صحافیوں اور نامہ نگاروں سے ملاقات بھی ہوئی جو الحمدللہ تسلی بخش رہی۔

گوجر خان میں نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید کا خطاب

تنظیم اسلامی گوجر خان کے زیر اہتمام تجوید القرآن کے ماہانہ کورس کی دوسری کلاس کی اختتامی تقریب 21 جولائی کو جامع مسجد العابد' گوجر خان میں ہوئی۔ اس موقع پر نائب امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید نے ''عظمت قرآن'' کے موضوع پر خطاب کیا۔

انہوں نے کہا کہ ہم قرآن کی عظمت کو قرآنی آیات اور احادیث مبارکہ کے ذریعے سمجھ سکتے ہیں۔ سورۃ الحشر کے آخری رکوع میں اللہ تعالیٰ نے تمثیل بیان فرمائی کہ: ''اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل فرماتے تو اللہ کے خوف سے وہ پہاڑ پھٹ جاتا اور دب جاتا۔ یہ مثالیں ہم لوگوں کے لئے بیان کرتے ہیں تا کہ وہ غور و فکر کریں۔'' کلام متکلم کی صفات کا مظہر ہوتا ہے' چنانچہ کلام الٰہی کی بھی وہی عظمت اور شان ہے جو اللہ تعالیٰ کی ہے۔

قرآن پاک کی عظمت کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جس چیز یا شخص کا تعلق قرآن پاک سے قائم ہوا' وہ عظیم ترین ہو گئی۔ لیلۃ القدر کو قرآن پاک نازل ہوا اور یہ ہزار مہینوں سے بہتر قرار پائی۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن کا علم سیکھے اور سکھائے۔'' سورۂ واقعہ کے تیسرے رکوع میں عظمت قرآن اس طرح بیان ہوئی: ''پس میں قسم کھاتا ہوں تاروں کے ڈوبنے کی جگہ کی اور یہ قسم بڑی قسم ہے اگر تم اس کا علم رکھتے۔ بے شک یہ قرآن انتہائی باعزت کلام ہے۔ یہ بڑی محفوظ کتاب ہے۔ اسے نہیں چھوتے مگر وہ جو انتہائی پاکباز ہیں۔ یہ کلام رب العالمین کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ کیا اس کلام کے معاملے میں تم سستی اور غفلت برت رہے ہو اور تم نے اپنا نصیب یہ ٹھہرایا ہے کہ تم اس کو جھٹلانے پر تلے ہوئے ہو!''

قرآن پاک کی جتنی عظمت ہے اس کی اتنی ہی مسئولیت بھی ہے۔ اس پر ایمان لانے والوں سے اتنی ہی باز پرس ہو گی کہ اس کے حقوق ادا کئے یا نہیں۔ قرآن پاک راہ ہدایت اور نظام زندگی ہے' لیکن افسوس کہ ہم اس سے ہدایت اور راہنمائی اس طرح حاصل نہیں کر رہے جیسا کہ حق ہے۔ آج اسے صرف ثواب اور ایصال ثواب تک محدود کر دیا گیا ہے۔ یہ زندہ انسانوں کی راہنمائی کے لئے نازل فرمایا گیا لیکن ہم نے اسے مُردوں کے لئے ایصال ثواب کا ذریعہ بنا دیا۔ ہم اپنے قول سے تو نہیں البتہ عمل سے کھلم کھلا اس کی تکذیب کر رہے ہیں۔ آج دنیا کے تمام مسلمانوں کا عمل یہ چغلی کھا رہا ہے کہ یہ کتاب (نعوذ باللہ) اس دور میں ناقابل نفاذ ہے۔ اسی طرح کا رویہ بنی اسرائیل کا توریت کے بارے میں تھا۔ اس حوالے سے سورۃ الجمعہ میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''مثال ان لوگوں کی جن کو ہم نے تورات عطا کی' پھر انہوں نے اس کتاب کو نہیں اٹھایا (اس کی ذمہ داری کو پورا نہیں کیا)۔ اس قوم کی مثال اس گدھے کی سی ہے جس نے بڑی عالمانہ کتابوں کا بوجھ اپنی پیٹھ پر اٹھایا ہوا ہے۔'' یہود جو اہل کتاب ہو کر اللہ کے کلام کی عملی تکذیب کر رہے تھے' ان کے لئے اگر ایسی مثال بیان کی گئی ہے تو ہمیں سوچنا چاہئے کہ ہمارے لئے اللہ کا کیا حکم ہو سکتا ہے جن کے پاس مکمل ہدایت اور رہنمائی کی صورت میں اللہ کی آخری کتاب موجود ہے اور ہم اس کی عملی تکذیب کر رہے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ قرآن پاک کو پڑھیں' سمجھیں' اس پر غور و فکر کریں اور اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اسی میں ہماری دنیوی اور اخروی کامیابی ہے۔ حضور نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: ''اللہ تعالیٰ بہت سی قوموں کو اس قرآن کے ذریعے بلندی عطا فرمائے گا اور اس کو چھوڑنے کی وجہ سے ذلیل و خوار کرے گا۔'' اس وقت مسلمانوں کی ذلت اور رسوائی محض قرآن پاک کو پس پشت ڈال دینے کی وجہ سے ہے۔ اس صورت حال سے نکلنے کا واحد راستہ یہی ہے کہ ہم قرآن پاک کے ساتھ اپنا تعلق مضبوطی کے ساتھ قائم کر لیں۔

یہ پروگرام مغرب سے عشاء تک جاری رہا۔ اس میں 400 سے زائد افراد نے شرکت کی۔ پروگرام کی تشہیر کے لئے شہر کی چار نمایاں جگہوں پر بینرز لگائے گئے اور تقریباً دو سو ہینڈ بلز تقسیم کئے گئے۔ فیصلہ کیا گیا کہ تجوید القرآن کورس کی تیسری کلاس 5 اگست سے شروع ہو گی اور اس بار بھی روزانہ دو کلاسز ہوا کریں گی۔ (رپورٹ: مرتضیٰ شاہ)

اسرہ واڈیانہ میں دعوت رجوع الی القرآن پروگرام

اسرہ کے سینئر رفیق جناب شفاء اللہ نے دو قرآنی پروگراموں کا آغاز کیا۔ پہلا پروگرام ترجمۃ القرآن کلاس ہے جو ہر بدھ کو بعد نماز مغرب تا قبل از عشاء راقم کے گھر پر ہوتا ہے۔ اس کا آغاز سورۃ النباء سے ہوا۔ اس میں پہلے چند آیات قرأت سے تلاوت ہوتی ہیں' پھر ان کا لفظی ترجمہ اور تشریح بیان کی جاتی ہے۔ اس کے بعد جناب انجینئر خالد عطاء عربی کی قواعد تختہ سیاہ کی مدد سے سمجھاتے ہیں اور آخر میں عرب کے قاری المنشاوی کی آڈیو کیسٹ سن کر شرکاء اس کی روشنی میں اپنی قرأت کی تصحیح کرتے ہیں۔ اس پروگرام میں شرکاء کی تعداد 20 تا 35 ہوتی ہے۔

دوسرا پروگرام درس قرآن کا ہے جو کہ شاہ ولی کالونی میں رفیق تنظیم جناب قمر الزمان کیانی کے گھر ہر جمعۃ المبارک کو مغرب سے عشاء تک ہوتا ہے۔ یہاں خواتین کے لئے بھی ساتھ والے کمرہ میں بذریعہ اسپیکر فائر ساعت کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ رفقاء و احباب کی تعداد 12 سے 15 تک ہوتی ہے۔ یہ دونوں پروگرام تقریباً 10 نشستوں سے جاری ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ عملی ہدایت پر گامزن فرما دے۔ آمین!

(رپورٹ: محمد سلیم صدیقی)

ضرورت رشتہ

☆ صوم و صلوٰۃ اور پردہ کی پابند تین رفیقات تنظیم اسلامی' عمریں 24' 21' 19 سال' تعلیمی قابلیت بالترتیب ایم اے انگلش (گولڈ میڈلسٹ) بی اے اور ایف اے۔ ہم پلہ تحریکی موحد نوجوانوں کے رشتے درکار ہیں۔

رابطہ: ع۔ ش معرفت وائس پرنسپل
گورنمنٹ ڈگری کالج' حافظ آباد

☆ بیٹی عمر 23 سال' تعلیم بی اے' نماز روزہ کی پابند کے لئے مناسب رشتہ درکار ہے۔

رابطہ: سردار اعوان 36-k' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03

طالبات کے لئے ایک مثالی معیاری درسگاہ

طوبیٰ گرلز کالج لاہور

انٹرمیڈیٹ سال اول میں داخلے جاری ہیں

- ہاسٹل کی محدود سہولت ——— اور
- ڈے سکالرز کے لئے پک اینڈ ڈراپ کی سہولت موجود ہے

زیر انتظام: **اقتدار احمد ویلفیئر ٹرسٹ**

78۔ سیکٹر اے ون' ٹاؤن شپ' لاہور فون: 5114581

امیر تنظیم اسلامی محترم ڈاکٹر اسرار احمد کا دورۂ سکھر

اس دورے کا پروگرام گزشتہ سال نومبر میں بن چکا تھا' لیکن چند ناگزیر وجوہات کی بناء پر پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکا۔ چنانچہ یہ ''ادھار'' اسی سخت موسم میں 15 تا 18 جولائی 2002ء کو چکانا پڑا۔

15 جولائی کو امیر محترم اور راقم دوپہر کی فلائٹ سے سکھر کے لئے روانہ ہوئے۔ 5:30 بجے شام ہم سکھر میں اپنی قیام گاہ پر پہنچ چکے تھے۔ سکھر میں ہمارا قیام حلقہ سندھ (بالائی) کے امیر جناب محترم غلام محمد سومرو کے دیرینہ دوست جناب خواجہ منیر احمد کی رہائش گاہ پر رہا۔ خواجہ صاحب کی فیملی آج کل کوئٹہ گئی ہوئی تھی اور خود خواجہ صاحب اپنے چھوٹے بھائی کے ہاں منتقل ہو چکے تھے لہٰذا ''خانہ خالی را دیو می گیرد'' کے مصداق اگلے چار روز تک ان کے فلیٹس پر ہمارا قبضہ رہا۔ ایک ایک کمرہ تو ہمارے استعمال میں رہا جبکہ کچن سومرو صاحب کے چھوٹے بیٹے فیصل احمد نے سنبھال لیا۔ فیصل نے پورے چار روز تک جس طرح سے ہماری خدمت کی' اس کی جتنی بھی تعریف کی جائے کم ہے۔ امیر محترم نے دورہ کے اختتام پر اسے خصوصی شاباش سے نوازا۔ موصوف نے قرآن اکیڈمی لاہور سے حفظ اور قرآن کالج سے اپنی تعلیم مکمل کی تھی! آج کل یہ اپنے والد کے پولٹری کے کاروبار میں خوب معاونت کر رہا ہے' بلکہ کاروبار کو خوب سنبھالا ہوا ہے۔ اللّٰھم زد فزد۔ ان دنوں کے دوران تینوں وقت کا کھانا سومرو صاحب کے گھر ہی سے آتا رہا جبکہ ان کا گھر ہماری رہائش گاہ سے 6 کلومیٹر کے فاصلے پر تھا۔ گویا پوری فیملی ہی خدمت پر مامور تھی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین!

☆ 15 جولائی کو کوئی عمومی پروگرام نہیں رکھا گیا تھا تاہم ہمارے پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد ہی جناب خواجہ منیر احمد اپنے چھوٹے بھائی خواجہ صغیر احمد کے ہمراہ خوش آمدید کہنے کے لئے تشریف لائے۔ خواجہ صاحب سکھر کی مشہور بیکری ''کرن'' کے مالک ہیں۔ گفتگو کے دوران احساس ہوا کہ دونوں بھائی امیر محترم سے خاصی عقیدت رکھتے ہیں اور ان کے دینی فکر سے خاصے متاثر ہیں۔ خواجہ صاحب نے اصرار کر کے کرن بیکری کی قریبی مسجد میں امیر محترم کا درس رکھوایا۔

بعد نماز مغرب سکھر کے رفقاء تنظیم سے ملاقات طے تھی۔ یہاں رفقاء کی تعداد تو اگرچہ 22 کے قریب ہے لیکن اس ملاقات میں امیر حلقہ سمیت 10 رفقاء شریک ہو سکے۔ امیر محترم سے ملاقات کے بعد ان رفقاء کی راقم کے ساتھ علیحدہ نشست بھی ہوئی' جس میں تنظیم اسلامی سکھر کی صورت حال اور دعوت کے کام کا جائزہ لیا گیا۔ راقم نے کام کرنے کے حوالے سے کچھ نکات رفقاء کے سامنے رکھے۔ طے ہوا کہ ان نکات کی روشنی میں کام کو آگے بڑھانے کی کوشش کی جائے گی۔ ملاقات کے دوران محسوس ہوا کہ سکھر کی مقامی تنظیم کو ایک فعال امیر کی ضرورت ہے جو تا حال اسے میسر نہیں۔

☆ 16 جولائی کو صبح ساڑھے آٹھ بجے صادق آباد سے 150 کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے 2 رفقاء تنظیم جناب ڈاکٹر طاہر ابرار اور جناب محمد حسین امیر محترم سے ملاقات کے لئے تشریف لے آئے۔ 10 بجے امیر محترم حلقہ سندھ (بالائی) کے زیر تعمیر دفتر کو دیکھنے تشریف لے گئے۔ اس دفتر کے لئے 300 گز کا پلاٹ امیر حلقہ جناب غلام محمد سومرو نے ہدیہ کیا ہے' جس پر تعمیر دین حق ٹرسٹ کی جانب سے ہو رہی ہے۔ زیر تعمیر دفتر کی چھت پڑ چکی ہے اور امید ہے کہ ایک ڈیڑھ ماہ تک یہ قابل استعمال ہو جائے گا۔ حلقہ جاتی اجتماع' ہفت روزہ تربیت گاہ اور شب بسری پروگراموں کے لئے ان شاء اللہ یہ نہایت مفید ثابت ہو گا۔ امیر حلقہ کی رہائش اس دفتر کے قریب ہی واقع ہے لہٰذا اس کی تعمیر سے ان کی دفتری مصروفیات میں بہت سہولت پیدا ہو جائے گی۔

اس موقع پر ضلع رحیم یار خان کی مقامی تنظیم کے امیر جناب حافظ خالد شفیع بھی تشریف لے آئے۔ اپنی ملازمت کے سبب ہفتے کے پانچ روز وہ سکھر میں گزارتے ہیں اور یہاں کے دعوتی پروگراموں میں تقاریر اور درس قرآن کے حوالے سے امیر حلقہ سندھ (بالائی) ان سے بھرپور استفادہ کر رہے ہیں۔ بعد نماز مغرب امیر محترم کا عمومی خطاب کوئنز گارڈن میں طے تھا' چنانچہ اس کے انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے چند رفقاء کے ہمراہ جلسہ گاہ جانا ہوا۔ امیر حلقہ نے مشورے سے انتظامات کو حتمی شکل دی۔ 2 بجے دو اخباری نمائندوں (این این آئی + نوائے وقت) نے امیر محترم سے رہائش گاہ پر مختصر انٹرویو کیا۔ ساڑھے تین بجے کے قریب صادق آباد سے 5 مزید رفقاء تنظیم شام کے عمومی پروگرام میں شرکت کے لئے پہنچ گئے۔ بعد نماز عصر امیر محترم سے رفقاء کی ایک مختصر تعارفی نشست ہوئی۔ اس موقع پر جناب حافظ خالد شفیع بھی موجود تھے۔

بعد نماز مغرب امیر محترم کا خطاب ہوا۔ اس دورے کے دوران یہی مرکزی عمومی پروگرام تھا۔ اس کی تشہیر کے لئے رفقاء سکھر نے اپنی بساط سے بڑھ کر محنت کی تھی۔ یقیناً اس میں امیر حلقہ کا حصہ سب سے زیادہ تھا۔ بینرز' پوسٹرز' ہینڈ بلز کے علاوہ خصوصی دعوتی کارڈ بھی کثیر تعداد میں تقسیم کئے گئے تھے۔ رفقاء کو ان کی محنت کا نقد پھل اس پروگرام کی بھرپور حاضری کی صورت میں مل گیا۔ تقریباً 900 حضرات اور 100 خواتین نے اس پروگرام میں شرکت کی۔ سکھر میں ہمارے پروگراموں میں اتنی حاضری کبھی نہیں ہوئی۔ پروگرام میں حاضرین کی تعداد کا اثر خود امیر محترم کی طبیعت پر انشراح صدر کی صورت میں نمایاں تھا۔ امیر محترم نے ''ختم نبوت کے دو مفہوم اور تکمیل رسالت کے عملی تقاضے اور اس میں پاکستان کا خصوصی کردار'' کے موضوع پر ایک گھنٹہ پچیس منٹ بھرپور خطاب فرمایا۔ اس خطاب کے حوالے سے دین کی مکمل دعوت حاضرین کے سامنے آ گئی۔ حاضرین نے بھی بڑے انہماک سے اس خطاب کو سنا۔ راقم کا تاثر یہ ہے کہ اس موضوع پر امیر محترم کا یہ بہترین خطاب تھا۔

اس اجتماع میں حلقہ سندھ (بالائی) سے رفقاء تنظیم نے مع احباب بڑی تعداد میں شرکت کی۔ شاہ پنجو سے رفقاء سمیت 65 احباب' دادو سے 18 حضرات اور پنو عاقل سے ہمارے ایک رفیق جناب فضل اللہ 23 احباب سمیت شریک ہوئے۔ گویا پورے حلقے کی سطح پر تمام رفقاء نے اس اجتماع کو کامیاب بنانے کے لئے امکان بھر کوشش کی۔ چنانچہ حلقہ سندھ (بالائی) کی سطح پر یہ ایک کامیاب اجتماع تھا۔

☆ 17 جولائی کی صبح کا وقت قریباً فارغ تھا۔ دوپہر کے کھانے کے لئے سومرو صاحب کے قریبی دوست جناب ارباب علی شاہ نے مدعو کر رکھا تھا۔ شاہ صاحب سیکرٹری آب و برق رہے ہیں اور آج کل ریٹائرڈ زندگی گزار رہے ہیں۔ سکھر میں اصلاحی کام کے حوالے سے خاصے معروف ہیں اور منشیات کے علاج کا ایک رفاہی ہسپتال بڑی کامیابی سے چلا رہے ہیں۔ تنظیم کے عوامی پروگراموں میں بڑے شوق سے شریک ہوتے ہیں اور خاصا تعاون بھی کرتے ہیں' تاہم ابھی تنظیم میں شامل نہیں ہوئے۔ امیر محترم نے اس موقع پر خالص نصح و خیر خواہی کے جذبے سے ان کے سامنے تنظیم کی دعوت رکھی' امید ہے کہ شاہ صاحب سنجیدگی سے غور فرمائیں گے۔ اس موقع پر جماعت اسلامی کے رکن ڈاکٹر ظہیر علی شیخ بھی موجود تھے۔

بعد نماز عصر مقامی ہوٹل (سندھ فاران) میں سوال و جواب کی نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ توقع تھی کہ 50 کے قریب حضرات تشریف لائیں گے لیکن لوگوں کے ذوق و شوق کا عالم یہ تھا کہ تھوڑی ہی دیر میں حاضری 100 تک پہنچ گئی۔ چنانچہ ہال ایئر کنڈیشنڈ ہونے کے باوجود سخت گرمی اور حبس کی کیفیت میں تقریباً سوا گھنٹے تک امیر محترم نے سوالات کے بڑی تفصیل سے جوابات دیئے۔ اکثر سوالات بہت ہی متعلق تھے۔ حاضرین کی دلچسپی بھی آخر تک برقرار رہی۔ بعد نماز عشا سکھر شہر کی معروف مسجد' جامع مسجد سفید میں درس قرآن کا اہتمام کیا گیا تھا۔ امیر محترم نے سورۂ آل عمران کی آیات 102 تا 104 کی روشنی میں امت مسلمہ کے لئے سہ نکاتی لائحہ عمل پر ایک گھنٹہ خطاب فرمایا۔ حاضرین کی تعداد تین چار سو کے مابین رہی۔

☆ 18 جولائی کو صبح ساڑھے دس بجے کی فلائٹ سے لاہور واپسی تھی۔ ساڑھے آٹھ بجے رہائش گاہ پر سکھر کے ان رفقاء کے لئے جنہوں نے سکھر میں عمومی پروگراموں کے انتظامات کے حوالے سے انتھک محنت کی تھی' امیر محترم کے ساتھ ایک مختصر نشست کا اہتمام کیا گیا تھا۔ امیر محترم نے ان کی حوصلہ افزائی کی اور دین کے کام کے لئے محنت اور کوشش جاری رکھنے کی وصیت فرمائی۔ 9 بجے ایئر پورٹ کے لئے روانگی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کی جدوجہد کو شرف قبولیت عطا فرمائے جنہوں نے اس دورے کے دوران خالصتاً اس کی رضا کو پیش نظر رکھا اور ان کی مساعی کو نجات اخروی کا سبب بنا دے۔ آمین!

(رپورٹ: ڈاکٹر عبدالخالق)

Re-inventing the Wheel?

Talha Ali Khan

I was in Chicago last year before September 11 when I watched the documentary "Islam - the Empire of Faith" narrated by the famous Hollywood actor Mr. Ben Kingsley and aired on PBS channel all over the United States. This documentary highlights some of the facts I would like to share with my countrymen and women, and would also urge all Muslims and non-Muslims to watch it if they can find the time. Anyone interested should feel free to contact me on my email.

The West is beginning to realize that its civilization is intertwined with that of Islam and it was the Islamic Empire, which founded the modern concepts of sciences like mathematics and medicine. It was the Islamic Empire, which sowed the seed of renaissance six hundred years before the birth of Leonardo De Vinci. All this was achieved by the Islamic Empire when the West was in the dark ages. All this was achieved by Muslims not by distorting and ignoring Islam but by religiously following it. Unlike other religions, Islam is a "Deen", a way of life encompassing all aspects of our lives and therefore, the concept of "the separation of church and state" does not even merit a debate.

As far as Pakistan is concerned, it is irrational for some of us like Mr. Kunwar Idris, one of the esteemed writers of Dawn Newspaper, to reason that violence, corruption, crime, decline in morals, and destruction of the independence of judiciary are a result of the quest for the establishment of an Islamic system in Pakistan. On the contrary it is exactly because majority of Muslims are not even trying to establish or follow the Islamic system in Pakistan that they find themselves in such a big mess. Blaming others and finding lame excuses for not following the divine and tested path recommended by Islam will consistently result in failure as we have witnessed throughout the history of Pakistan. Should we continue to blatantly defy Allah and still hope to succeed as Muslims?

The Quran remains, even after fourteen hundred years, a wonderfully accurate reference book of modern science and the famous French scientist Dr. Maurice Bucaille in his book "Bible, Quran and Science" testifies to this in great detail. Even the fundamentalist and terrorist Jews like Mr. Sharon accept the Second Caliph of Islam Hazrat Umar (Razi Allah taala Anho) as their benefactor and term his period as the golden age in Jewish history, but some amongst the Muslims still remain skeptic of Islam and its way of life, try to find solace in supporting other systems and continue to reinvent the wheel (a square one unfortunately), merely because they want to sound logical and cultured according to Mr. Bush's definition.

Today no Muslim country in the world including Saudi Arabia can boast of an Islamic system and therefore, blaming Islam and its system for the poor state of Muslims is simply absurd. For how long will we continue to listen to the west about the merits of Islam and its profound contribution to everything the world is today, before we can start trusting our own Islamic way of life and stop experimenting with various other run of the mill systems? Perhaps it is more important to be intellectually sound than to merely sound intellectual and today most Muslim pseudo-intellectuals advocating secularism as opposed to Islam as a system are trying to exactly do the latter merely because it is fashionable to do so. After all should they not know better?

Religion, culture, heritage and science are very important for a nation but today, Muslims especially in Pakistan have little focus and pride in these, and to blame the Islamic system and its way of life for this deterioration is a common and convenient mistake made by many of us under the western influence. This line of thinking perhaps comes with a reason – the impression of British and consequent western superiority is still preventing most of us from not only finding our lost self respect and dignity but also from thinking objectively and correctly analyzing the reasons for the present miserable state of the Muslim World. According to the Muslim belief, which is increasingly being reinforced by modern western scientific research, only Islam offers the final guidance from Allah and can address all problems of humankind. The only condition is that we have to seek this divine guidance and make things happen, for the days of the miracles are long gone.

If we want to find out what Physics is all about, we refer to its various sources but when it comes to Islam, we feel we know it all without making any effort to explore all its various sources available and find the truth for ourselves. Lack of knowledge can never be an excuse since all of us can always find out what it actually means to be a Muslim and then try to be that in totality. If Muslims choose to practice only what they like or know in Islam, they will be treading the same path adopted by the Jews and the Christians long before them. Did we not choose to be Muslims? It is time to re-evaluate our position.

Finally, those who claim Pakistan to be established as a secular state should re-consider what "Pakistan ka Mutlab kya...la illaha illal laah" means. Did the Quaid-i-Azam name his party "the Secular League"? India is already secular and Pakistani nation should consider whether a secular Pakistan could continue to provide a reasonable cause for its existence.

میاندم میں مبتدی/ملتزم تربیت گاہیں

رفقاء واحباب نوٹ فرمالیں۔ 11 اگست 2002ء سے میاندم سوات میں مبتدی اور ملتزم تربیت گاہیں شروع ہورہی ہیں۔ جن رفقاء نے اب تک ان تربیتی پروگراموں میں شرکت نہیں کی وہ شرکت کا اہتمام کریں۔ نیز میاندم کے سرد موسم کے لحاظ سے گرم کپڑے اور کمبل وغیرہ ساتھ لے کر آئیں۔